سیرت نگاری: آغاز سے ابان بن عثمان (متوفی: 170ق) تک

Biographical Writings: Since its Beginning to Abban bin Uthman (170 AH.)

Open Access Journal
Qtly. Noor-e-Marfat
eISSN: 2710-3463
pISSN: 2221-1659
www.nooremarfat.com
Note: All Copy Rights are Preserved.

Rasul Jafirian
University of Tehran, History of Islam Department, Tehran, Iran.
Website: https://www.rasul-jafarian.com/

Translation By:
Syed Abu Raza
Lecturar Jamia Al Raza, Bara Khau, Islamabad.
E-mail: Noor.marfat@gmail.com

Abstract:
This paper is a translation of the part of Ustad Rasool Jafarian's book "Political History of Islam- Biography of the Messenger of God (PBUH)" in which the author has presented a comprehensive research on a specific type of Muslim historiography, i.e. "Biography". The author has given an excellent and complete introduction to biography and biographers among Muslims. However, in order to avoid the length, in this paper, the translation of the writings of the above-mentioned book regarding biography and biography is being presented from the beginning of biography writing until Aban Ibn Uthman (died 170).

Ustad Rasool Jafarian claims that biography writings among Muslims were originally consisted of two parts: one, prophecy; Second, The battels (Ghazwat). The first part contained the living conditions of the Holy Prophet's ancestors and it was usually ended on the migration of Holy prophet. The second part of biography writings was consisted of the war and non-war events of Holy prophet at Madinah.

As far as the regular writings upon biography is concerned, according to the author, unlike the books of Hadith, there was no great restriction on it in the first ages of Islam.
Therefore, in the second century of Hijri, books were written on biographies, and in the same century, it became common to mention the name of the book in quoting the events of biographies and to quote directly from the author of the book in case of permission. In the first two centuries, Ibn Ishaq, Musa Ibn Uqbah and Aban Ibn Uthman left memorable biographical writings, the details of which are presented below.
Keywords: Biography, Muslim Biographers, Rasul Jafarian, Muhammad Ibn Ishaq, Musa Ibn Uqbah, Aba Ibn Uthman.

خلاصہ

یہ مقالہ استاد رسول جعفریان کی کتاب "تاریخ سیاسی اسلام- سیرتِ رسول خداﷺ" کے اُس حصے کا ترجمہ ہے جس میں مؤلفِ کتاب نے مسلمانوں کی تاریخ نگاری کی ایک مخصوص نوع یعنی "سیرت نگاری" پر بھی انتہائی جامع تحقیق پیش کی ہے۔ مؤلفِ کتاب نے اپنی کتاب کے اِس حصے میں مسلمانوں کے ہاں سیرت نگاری اور سیرت نگاروں کا بہترین اور مکمل تعارف کروایا ہے۔ تاہم طوالت سے بچنے کے لئے اس مقالے میں مسلمانوں کے ہاں سیرت نگاری کے آغاز سے ابان ابن عثمان (متوفی170) تک کے عمدہ سیرت نگاروں اور سیرت نگاری کے حوالے سے مذکورہ بالا کتاب کی نگارشات کا ترجمہ پیش کیا جارہا ہے۔
استاد رسول جعفریان مدعی ہیں کہ سیرت نگاری آغاز میں دو حصوں پر مشتمل تھی: ایک، نبوّت؛ دوسرا، غزوات۔ پہلے حصے کا آغاز پیغمبر اکرمﷺ کے آباء و اجداد کے حالات زندگی سے اور اختتام ہجرت پر ہوتا تھا۔ دوسرا حصہ غزوات اور مدینے کے جنگی و غیر جنگی واقعات مشتمل ہوتا تھا۔ جہاں تک سیرت نگاری کی باقاعدہ نگارش کا تعلق ہے تو مصنف کے مطابق، کتابتِ حدیث کے برعکس، سیرت نویسی پر صدرِ اسلام میں کوئی بڑی قدغن نہ تھی۔ لہٰذا دوسری صدی ہجری میں سیرت پر کتابیں لکھی گئیں اور اسی صدی میں سیرت کے واقعات کو نقل کرنے میں کتاب کا نام ذکر کرنے اور اجازۃً نقل ہونے کی صورت میں کتاب کے مصنف سے براہِ راست مطالب نقل کرنے کا سلسلہ رائج ہوا۔ پہلی دو صدیوں میں ابن اسحاق، موسی بن عقبہ اور ابان ابن عثمان نے

سیرت نویسی میں یادگار نگارشات چھوڑیں جن کی تفصیلی روئیداد ذیل میں پیش کی گئی ہے۔

کلیدی کلمات: سیرت نویسی، سیرت نگاری، مسلمان سیرت نگار، رسول جعفریان، محمد ابن اسحاق، موسی بن عقبہ، ابان ابن عثمان۔

سیرت نگاری کا آغاز

جس وقت سے سیرت نگاری ایک مخصوص شعبے اور تاریخ نگاری کی خصوصیات کے ساتھ منظر عام پر آئی تو وہ دو بنیادی حصوں پر مشتمل تھی ایک نبوت اور دوسرا غزوات۔ پہلے حصے کا آغاز پیغمبر اکرم ﷺ کے آباء و اجداد کے حالات زندگی سے ہوتا تھا اور ہجرت پر اس کا اختتام ہوتا تھا۔ دوسرا حصہ غزوات کے بارے میں ہوتا تھا جو مدینے کے دور کے جنگی و غیر جنگی واقعات مشتمل ہوتا تھا ابن اسحاق اپنے متعدد معاصرین کی طرح اهل کتاب کی تحریروں اور کتابوں نیز ان سے متاثر مسلمان مصنفین کے نگارشات سے استفادہ کرتے تھے۔ اس نے اپنی کتاب کی پہلی فصل کتاب المبتداء کو قرار دیا جو خلقت کی اور انبیاء کی حضرت محمد ﷺ تک کی تاریخ پر مشتمل تھی۔ [اس قسم کی فصل غالباً مسلمانوں کی تاریخی کتابوں میں ذکر ہوئی ہے؛ جیسا کہ طبری، یعقوب اور بہت سارے دیگر مورخین نے کتاب المبتدا کو شروع میں ذکر کرنے کے بعد اسلامی دور کی تاریخ کو بیان کیا ہے] سیرہ ابن اسحاق، کی تہذیب کرنے والے ابن ہشام نے اس کی کتاب سے اس فصل کو حذف کر دیا۔ چونکہ سیرہ ابن اسحاق متفرق کاوشوں کا اختتام اور سیرت اور جامع کاموں میں دلچسپی رکھنے والوں کے لئے ایک ابتدائی کام تھا۔ اس لئے ہمیں اس سے پہلے دور پر نظر ڈالنے کی ضرورت ہے تاکہ ہم اس سیرت کے مقام و حیثیت کو جانچ سکیں اور اس کے موقف اور نقطہ نظر کو بہتر پہچان سکیں۔

پہلی اور دوسری صدی ہجری میں سیرت نگاری، تاریخ نگاری اور حدیث نویسی کے بارے میں پہلا سوال یہ ہے کہ کیا اس دور میں کوئی لکھی ہوئی تحریر تھی یا نہیں؟ اس سوال کا جواب کتابت حدیث کی تاریخ سے مربوط ہے کیونکہ ابتداء میں نبی کریم ﷺ کی احادیث اور آپ کی عملی زندگی پر توجہ سیرت کے پروان چڑھنے کا باعث بنی؛ اگرچہ کسی حد تک اس کا تاریخی پہلو حدیث سے آزاد تھا اور ہو سکتا ہے کہ سیرت کی طرف توجہ حدیث سے مربوط نہ ہو۔ جہاں تک حدیث کی کتابت اور نگارش کا تعلق ہے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کے لکھنے کا باقاعدہ آغاز دوسری صدی ہجری کے شروع میں ہوا، البتہ اس سے پہلے غیر سرکاری طور پر ان افراد نے اپنے طور پر حدیثوں کو لکھنا شروع کر دیا تھا جو عمومی سیاسی ماحول اور فضا کے مخالف تھے۔ خلفاء میں سے سب سے پہلے جس نے حدیث لکھنے کا حکم دیا وہ عمر بن عبد العزیز (م ۱۰۱) تھے۔ اس حکم کے بعد سب سے پہلے جس محدث نے حدیث کی کتابت کا

کام شروع کیا وہ ابن شہاب زہری (م ۱۲۴) تھے۔[1]
واضح امر ہے کہ حدیث مذہبی پہلو رکھنے کی وجہ سے محض بعض خلفاء کی بہانہ بازی کے سبب اس طرح کی مشکل (عدم کتابت) کا شکار ہوئی۔ تاریخ کا بھی جتنا تعلق حدیث سے تھا وہ بھی اس مشکل سے دوچار ہوئی۔ لیکن سیرت صرف حدیث سے عبارت نہ تھی بلکہ وہ تاریخی پہلوؤں کی حامل تھی اسی وجہ سے کتابت حدیث کی ممانعت کے زیر اثر مذہبی ماحول اور فضا نے اسے کم متاثر کیا اور یہ زیادہ مشکل میں مبتلا نہ ہوئی لہٰذا اخبار جاہلیت، انساب عرب اور حتی سیر الملوک جو کہ گویا انہی شعبوں کے بارے میں لکھی گئی تھی، جیسے موضوعات پر لکھنا ممکن ہوا۔
مسعودی نے اطلاع دی ہے کہ یہ سیر الملوک معاویہ، کے پاس مکتوب صورت میں موجود تھی اور ہر رات اسے پڑھ کر سنائی جاتی تھی۔[2] اسی بارے میں کچھ کتابوں کی نسبت اخبار جاہلیت عرب اور انساب کے ماہرین کی طرف دی گئی ہے جن میں عُبَیْد بن شریّہ اور چند دیگر افراد شامل ہیں۔[3] پہلی صدی کے نوشتوں کے بارے میں فیصلہ کرنے کو جس چیز نے دشوار بنا دیا ہے وہ یہ ہے کہ بعد کے راویوں جنہوں نے کبھی کبھار کچھ لکھا، نے یہ واضح نہیں کیا کہ انہوں نے پہلے راویوں سے زبانی طور پر نقل کیا ہے یا ان کی اجازت سے ان کی کتابوں سے استفادہ کیا۔ مثلاً جب ابن اسحاق، عروۃ بن زبیر سے نقل کرتے ہیں تو کیا اس نے زھری سے اور اس نے عروہ سے مذکورہ روایت کو زبانی سنا، یا اس نے عروہ کی کتاب سے زہری کے اجازہ روایت کی بنا پر اور اس نے اسی اجازہ کی بنا پر عروہ کی کتاب سے نقل کیا ہے؟
دوسری صدی اور اس کے بعد یہ معمول تھا کہ اجازہ نقل کی بنا پر وہ کسی کتاب سے بیان کرتے تھے البتہ صرف اجازت دینے والے اپنے شیخ (استاد) کا نام ذکر کرتے تھے اور اگر شیخ کتاب سے دیکھ کر پڑھتے تو وہ شیخ سے روایت کرتے اور اس کا نام سند میں ذکر کرتے تھے۔ یہ طریقہ کار ایک طویل عرصے تک جاری رہا یہاں تک کہ کتاب کا نام اور اس کے مصنف سے براہ راست نقل کرنا رائج ہو گیا۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ مذکورہ روش پہلی اور دوسری صدی کے آغاز میں موجود تھی۔ یہ احتمال موجود ہے کہ زیادہ تر نقل موجود کتابوں سے لیا جاتا تھا تاہم یہ ممکن ہے کہ بعض قلیل موارد میں زبانی نقل و بیان بھی ہو۔
سوال یہ ہے کہ اگر پہلی صدی ہجری کی تصنیفات بہت زیادہ تھیں تو پھر ان کے بارے میں ہمیں مزید معلومات ملنی چاہیے تھیں۔ زبانی حوالہ جات قطعی ہیں، خاص طور پر ان معاملات میں جہاں عام لوگوں سے کسی واقعہ سے متعلق کچھ نقل کیا جاتا ہے۔ بہر حال اس دور کے نوشتوں اور تحریروں جنہیں کتابچوں اور فہرستوں کا نام دینا چاہیے، سے نقل و بیان دوسری صدی کے دوسرے نصف کے بعد کی تالیفات کی اساس و بنیاد تھا۔ Fuat Sezgin لکھتے ہیں:

"یہ واضح رہے کہ جب طبری اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں: «حدثنا ابن حمید، قال: حدثنا سلامۃ،

قال: حدثنا ابن اسحاق» تو اس نے یہ لفظ بلفظ ابن اسحاق کی کتاب مغازی سے لیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں: مثال کے طور پر، ایک روایت کتاب الاغانی میں بیان ہوئی ہے کہ: «محمد بن حسن بن درید نے عمر بن شبہ سے اور اس نے ابوعبیدہ سے اور اس نے عوانۃ بن حکم۔۔۔ سے بیان کیا ہے کہ ایسا ہے اور ویسا ہے»؛ اس صورت میں ہمیں قبول کرنا چاہیے کہ ان میں سے کسی ایک مصنف کی کتابیں ابوالفرج اصفہانی کی دسترس میں تھیں اور اس نے بعینہ اس کی عبارت کو نقل کیا ہے؛ ممکن ہے ابن درید کے پاس کوئی کتاب ہو یا اس نے عمر بن شبہ کی کتاب یا ابوعبیدہ (یہ دونوں عوانہ کی کتاب کے راوی ہیں) کی کتاب یا پھر عوانہ کی کتاب سے اس روایت کو لیا ہو، یہ بھی ممکن ہے کہ اس روایت کا مأخذ عمر بن شبہ کی کتاب یا ابوعبیدہ یا پھر عوانہ کی کتاب تھی۔"[4]

جواد علی لکھتے ہیں: طبری نے تاریخی اخبار کو نقل کرنے کے لئے روائی طریقے کو انتخاب کیا ہے اور اس طریقے میں کتاب کے نام کو ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ اس طریقے میں کتاب کی جگہ راوی کا نام ذکر کیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر وہ عمر بن شبّہ (م 262) سے نقل کرتے ہوئے یوں لکھتے ہیں:

"عمر نے دوسری مرتبہ مجھے اپنی کتاب سے بیان کیا جسے اہل بصرہ کی کتاب کہا جاتا ہے» یہ اس بات کی علامت ہے کہ اس نے اس کی لکھی ہوئی کتابوں سے استفادہ کیا ہے۔ جواد علی مزید لکھتے ہیں: اس طریقہ کار میں مسئلہ یہ ہے کہ بہت سارے مقامات پر یہ واضح نہیں ہے کہ سند میں مذکور ناموں میں سے کس کی کتاب سے طبری نے نقل کیا ہے اور استفادہ کیا ہے۔"[5]

اس نکتہ پر توجہ بھی مفید ہے کہ صدر اسلام کے محدثین کے نوشتے اور تصنیفات دراصل حافظہ اور یادداشت کے معاون کے عنوان تھیں۔ ان نوشتوں کی کوئی خاص ترتیب وتدوین نہ تھی ان میں سے بیشتر ایک فہرست کی حد تک قابل اہمیت تھے۔ سیرت نگاری کے بارے میں بھی روایات موجود ہیں۔ ان میں سے ایک روایت زبیر بن بکر نے ابان بن عثمان بن عفان (متوفی 105-96) کی سیرت لکھنے کے بارے میں نقل کی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں:

"سلیمان بن عبد الملک نے مدینے میں سیرت پر ایک کتاب لکھنے کی خواہش ظاہر کی۔ ابان نے کہا کہ اس نے پہلے ہی یہ کام انجام دے دیا ہے۔ سلیمان نے دس کاتبین کو حکم دیا کہ وہ اس کے نوشتے کی کاپیاں تیار کریں۔ لیکن چونکہ اس میں انصار کے فضائل موجود تھے اس لئے لکھنے کے بعد ان سب کو اس نے ضائع کرا دیا۔ اس نے کہا اگر اس کے باپ نے اجازت دی تو ابان کی کتاب کے دوبارہ قلمی نسخے تیار کرائے گا۔[6]

اس بیان کی صحت کا احتمال ہے البتہ اس دلیل کے پیش نظر کہ سیرت کے باب میں ابان کی کوئی زیادہ روایات موجود نہیں ہیں، ان کے نوشتے کو بہت محدود سمجھا جا سکتا ہے۔ بعض محققین نے اس دلیل کی بنا پر کہ طبری نے سہل بن ابی حَثمہ (تیسری صدی میں پیدا ہوئے) کی روایات سے استفادہ کیا ہے جو تحریری شکل میں اس کے پوتوں کے پاس تھیں، یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ غزوات پیغمبر ﷺ پر اس کے لکھنے کا ارادہ تھا اور اس نے کچھ لکھا بھی تھا۔[7] [اصولی طور پر سزگین کا نظریہ یہ ہے کہ حدیث، تفسیر اور سیرت جیسے تمام اسلامی علوم میں پہلی صدی ہی سے مدوّن کتب موجود تھیں۔][8]

اسی مؤلف نے یہ بھی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے ابن اسحاق کی بعض اسناد سے یوں ظاہر ہوتا ہے کہ اس نے سیرت میں پہلے سے موجود کتابچوں سے فائدہ اٹھایا ہے۔[9]

پہلی صدی میں سیرت نگاری کے بارے میں سب سے زیادہ مستند خبر یہ ہے کہ عروہ بن زبیر نے سیرت پر کتاب لکھی تھی۔ واقدی نے اسے مغازی کا سب سے پہلا مصنف قرار دیا ہے۔[10] سیرت میں اس کی روایات اور حوالوں کی کثیر تعداد یہ ظاہر کرتی ہے کہ وہ ضبط تحریر میں لائے بغیر معلومات کے اتنے بڑے ذخیرے کو نہ یاد رکھ سکتا تھا اور نہ ہی دوسروں تک پہنچا سکتا تھا۔ ان تمام روایات کو محمد مصطفیٰ الاعظمی نے «مغازی رسول اللہ ﷺ لعروۃ بن زبیر بحوالہ ابوالاسود» نام کی کتاب میں جمع کیا ہے۔ جو ۱۴۰۱ ھ میں (مکتب التربیۃ العربی کی وساطت سے) چھپ کر منظر عام پر آ چکی ہے۔ وہب بن منبہ کے بھی لکھے ہوئے کچھ اوراق دریافت ہوئے ہیں جن میں اس کے نواسے کے طریق سے مکی دور کی کچھ خبروں کے ساتھ غزوہ خثعم کے واقعات درج ہیں۔[11]

دوسری صدی ہجری کے شروع میں باضابطہ سیرت نگاری کا آغاز ہوا۔ ابن شہاب زہری مدینے کے اہم ترین محدثین، فقہاء اور سیرت کے ماہرین کے مجموعہ کا ماحصل ہیں، طبری نے ان کے بارے میں لکھا ہے: **کان مقدّما فی العلم بمغازی رسول اللہ** "وہ رسول اللہ ﷺ کے غزوات کے علم میں سبقت رکھتا ہے۔[12] امویوں سے تعلق کی بنا پر وہ شام چلا گیا اور سب سے زیادہ ہشام بن عبدالملک کی خدمت میں مصروف رہا۔ اس نے مغازی کی روایات عروۃ بن زبیر وغیرہ سے حاصل کیں اور بہت سارے افراد سے ان روایات کو بیان کیا۔[13] گابے نے تصدیق کی ہے کہ مغازی کے بارے میں بعد میں لکھی جانے والی کتابوں کی اساس زہری ہیں۔[14] سیرت کے باب میں زہری کی تمام روایات کو ابن شہاب زہری کے نام سے سہیل زکار نے جمع کیا ہے اور اسے المغازی النبویۃ کے عنوان کے تحت علیحدہ کتاب کی شکل میں شائع کیا ہے۔[15] اس کتاب کا اصلی مواد عبد الرزاق بن ہمام صنعانی (م ۲۱۲) کی کتاب المصنف کے مغازی والے حصے سے لیا گیا ہے۔ حال ہی میں **"مرویات الامام**

الزهری فی المغازی "کے عنوان سے دو جلدیں، محمد بن محمد العواجی کی کاوشوں سے مدینہ یونیورسٹی (۱۴۲۵) کی طرف سے شائع ہوئی ہیں۔ بلا شبہ عروہ اور زہری کو سیرت کے اس اسلوب اور طرز کا بانی سمجھنا چاہیے جو مدینے کے مکتب میں پروان چڑھا اور اسی وجہ سے اس کا اپنا خاص مذہبی رنگ ہے۔

بہر حال، پہلی صدی ہجری میں، ابن اسحاق سے پہلے والی نسلوں میں کچھ محدثین نے حضرت محمد ﷺ کی سیرت مرتب کرنے کی کوششیں کی تھیں۔ لیکن چونکہ ان میں سے کسی نے اپنے کام کو اس طرح منظّم نہیں کیا تھا جیسا ابن اسحاق نے کیا تھا، لہٰذا انہیں زیادہ توجہ نہیں ملی ہے۔ سنی مؤرخین نے سیرت ابن اسحاق کو ایک بہترین نمونے کے طور پر قبول کیا ہے۔انہوں نے بعد میں اور روایات کو اکٹھا کیا ہے لیکن ان کو زیادہ تر ابن اسحاق کی سیرت کے حواشی شمار کیا گیا ہے اور اس کی سیرت کی مرکزیت اسی طرح برقرار رہی ہے یہاں تک کہ شافعی نے لوگوں کو سیرت میں ابن اسحاق کا محتاج گردانا ہے۔[16]

ابن اسحاق سے قبل سیرت کے متعلق جن افراد کے پاس معلومات تھیں اور وہ اس میں شہرت رکھتے تھے ان کے ناموں کی فہرست ہرفٹس اور Fuat Sezgin نے یوں بیان کی ہے: سعید بن سعد بن عبادہ، سہل بن ابی حثمہ (م 41) سعید بن مسیب (م 94) عبد اللہ بن کعب (م 97) شعبی (م 103) ابان بن عثمان بن عفان (م 96-105) عروۃ بن زبیر (م 94) شُرَحبیل بن سعد (مُ 123) قاسم بن محمد بن ابی بکر (م 107) عاصم بن عمر بن قتادہ (م 120) محمد بن شہاب زہری (م 124) ابواسحاق عمرو بن عبد اللہ ہمدانی (م 127) یعقوب بن عتبہ (م 128) عبد اللہ بن ابی بکر بن ---حزم (م 130) یزید بن رومان (م 130) ابوالاسود محمد بن عبد الرحمٰن اسدی (م 131) داود بن حسین (م 135) ابوالمعتمد تیمی (م 143) موسی بن عُقبہ (م 141)۔[17] یہ عام طور پر دی جانے والی لسٹ ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ سیرت کے باب میں، ان میں سے ہر ایک کی خدمات اور کردار کے بارے میں الگ الگ علمی تحقیق کی ضرورت ہے۔

مدینہ میں سیرت النبیؐ کی تدوین

سیرت کے ابتدائی علم کے حوالے سے جن اہم امور کو جاننا چاہیے وہ یہ ہیں کہ آج جس کو ہم سیرت سمجھتے ہیں اور جو کچھ پیغمبر ﷺ کی تاریخ زندگی کے عنوان سے ہمارے پاس موجود ہے، وہ کس طرح اور کس کے ذریعے سے مرتب اور منظّم ہوا ہے؟ جو بات مسلم ہے وہ یہ ہے کہ ابن اسحاق نے اپنے علم کو مدینے سے حاصل کیا، اب دیکھنا یہ ہے کہ مدینے کے علماء اور راویوں نے ان معلومات کو کس مآخذ کی مدد سے جمع کیا۔

اس نکتے کو یاد رکھنا مفید ہے کہ تاریخ اسلام کے پورے دور میں اور پہلی صدی ہجری میں ہی ہر شہر کا ایک خاص مذہبی اور سیاسی رجحان اور میلان تھا؛ اس کا تعلق لوگوں کی اکثریت سے تھا خواہ حکومتی مزاج کے حامی تھے یا مخالف۔

فطری طور پر شہر کے علماء اور راوی بھی عموماان رجحانات اور میلانات سے متاثر تھے۔
تاریخ کے مطابق طویل عرصے تک شام کا چہرہ اموی تھا۔ کوفہ نے متعدد وجوہات کی بناپر شیعہ رجحانات کو اپنے اندر پروان چڑھایا جبکہ بصرہ میں جنگ جمل میں شرکت اور کوفہ سے رقابت کی وجہ سے عثمانی ماحول تھا؛ لیکن مکہ اور مدینہ شیخین کا حامی و طرفدار تھااور انہیں اپنے دینی اور سیاسی نقطہ نظر کی بنیاد سمجھتا تھا۔ چونکہ پیغمبر ﷺ کی رحلت کے بعد کچھ صحابہ دوسرے شہروں کی طرف ہجرت کرگئے اس لئے آہستہ آہستہ ہر شہر میں ایک خاص حدیثی مکتب وجود میں آیا۔ ہر مکتب کی خصوصیات کاانحصار صحابہ یا بااثر صحابہ کے عقیدے و نظریات پر تھا جنہوں نے اس شہر میں سکونت اختیار کرلی تھی اور شاگردوں کی تربیت کی تھی۔ حضرت عائشہ، ابوہریرہ اور عبد اللہ بن عمر مدینہ میں اثر و نفوذ رکھتے تھے۔اس کے بعد حضرت زید بن ثابت، انس بن مالک اور دیگر روایوں کا نمبر آتا تھا۔ امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام اور ابن مسعود کوفہ میں شہرت رکھتے تھے اور اسی طرح دوسرے شہروں میں کچھ اور افراد اثر ونفوذ کے حامل تھے۔ کچھ علاقوں میں موجود سیاسی رجحان اور فضاء صحابہ کی موجودگی سے بھی زیادہ طاقتور تھی جو ان شہروں میں مذہبی تعصّبات کو ہَوا دے رہی تھی۔

مدینہ، سیرت النبی کے علم کا سرچشمہ

شاکر مصطفٰی، نے سیرت کے مکاتب کو چھوٹے اور بڑے مکاتب میں تقسیم کیا ہے۔ اس نے سیرت کا پہلا اور ابتدائی مدرسہ یا مکتب اگرچہ چھوٹے پیمانے پر ہی سہی، شام کو قرار دیا ہے۔ اس نے اس بارے میں جو شواھد پیش کیے ہیں وہ اس کی بات کو ثابت نہیں کرتے۔ مثال کے طور پر اس نے ابی عُیینہ سے نقل کیا ہے کہ: «**من اراد المقاسم و امر الغزو، فعليه باهل الشام**»؛ اس نے اس بات کو شام میں سیرت کے وجود پر دلیل قرار دیا ہے درحالانکہ اس سے مراد جنگ کے فقہی احکام ہیں کیونکہ شام کے محاذوں پر مسلسل جنگوں کی وجہ سے اس علاقے میں زیادہ پیش آتے رہتے تھے۔اسی طرح فتوحات شام کی اخبار کے شامی راویوں کے نام ذکر کرکے مغازی کو شبت کرنے میں شام کی سبقت کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے،،برفرض اینکہ صحابہ وتابعین میں سے کچھ نے فتوحات شام کی روایات کو نقل کیا ہو، اس بات کا تعلق رسول اللہ ﷺ کے غزوات کے نقل کرنے سے نہیں ہے۔[18]
سیرت کے علماء کے پہلے گروہ کے ناموں پر نگاہ ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ ان میں سے اکثریت مدینہ کی تھی۔ سابقہ مذکورہ ناموں میں سے شعبی اور ابواسحاق سبیعی کا تعلق کوفہ سے تھا؛ ایک شخص کے علاوہ جس کا علاقہ معلوم نہیں ہو سکا باقی سب نے مدینے میں پرورش پائی تھی اور وہ اس شہر کے فکری ماحول سے متاثر تھے۔ دوسری طرف شام کے عوام کو مختلف وجوہات کی بناپر رسول اللہ ﷺ کی سیرت پر کام کرنے سے منع کر دیا گیا

تھا۔ اس کی سب سے اہم وجہ یہ تھی کہ سیرت کے بیان سے اموی خاندان کی حقیقت عیاں ہو جاتی اور اموی اپنے پروپیگنڈے کے ذریعہ نبی اکرم ﷺ کے قریبی رشتہ داروں کے طور پر اپنی پہچان اور شناخت نہیں کرا سکتے تھے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ عبد الملک ابن مروان، حضرت عمر کی سیرت بیان کرنے کو بھی پسند نہیں کرتا تھا، کیوں کہ وہ انہیں حکمرانوں کے لئے باعث مشقت اور رعایا کے لئے فتنہ سمجھتا تھا۔[19] البتہ وقت گزرنے ساتھ شام میں ایسے محدثین پائے گئے جو غزوات کے متعلق روایات بیان کرتے تھے[20] لیکن ان کی تعداد اور حیثیت ایسی نہ تھی جو امویوں کے لئے کوئی مسئلہ بنا سکتی۔

زہری جس نے مدینہ سے تعلیم حاصل کی تھی، چالیس سال سے زائد عرصے تک یعنی، پہلی صدی کے آخری دو عشرے اور دوسری صدی کے تیسرے عشرے میں اپنی زندگی کے خاتمے تک شام اور مدینے کے درمیان آتا جاتا رہا۔ اس کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جن کا مغازی کے علم کی ترویج میں بہت زیادہ کردار ہے؛ طبیعی طور پر شام میں اس علم کو پہنچانے والوں میں وہ ایک ہونے چاہئیں۔ اس عرصے میں وہ اموی حکومت کے کام آتے رہے اور اس کی خدمت کرتے رہے، آگے چل کر اس پر ہم مزید بات کریں گے۔

سعید بن سعد بن عبادہ اور سہل بن ابی حثمہ دونوں مدنی اور انصاری تھے «زہری» نے سیرت میں بطور مرسل سہل بن ابی حثمہ سے روایات بیان کی ہیں۔ سعید بن مسیب مدینہ کے فقہا میں سے تھے اور "عمر کے راوی" کے طور پر مشہور تھے۔ زہری اور قتادہ اس کے تربیت یافتہ تھے۔ «عبید اللہ بن کعب بن مالک»، انصاری تھے۔ ابن اسحاق نے اس کی تعریف کی ہے اور اس سے مغازی کے باب میں روایات بھی نقل کی ہیں؛ جیسا کہ زہری نے بھی اس سے روایات لی ہیں۔

ابان بن عثمان بن عفان، سنہ 75 ہجری میں مدینہ کا والی تھا، اس نے حضرت عائشہ سے کافی نقل کیا ہے اور یہ سیرت کے علماء میں قدیمی ترین افراد میں سے ہے۔ ابن اسحاق نے سیرت کے باب میں اس سے روایات نقل کی ہیں۔[21] عروۃ بن زبیر اہم ترین مدنی راوی ہیں جس نے صحابہ کرام بالخصوص حضرت عائشہ سے بہت ساری روایات بیان کی ہیں۔ سیرت میں زہری اور خاندان زبیر کے موالی موسی بن عقبہ کا اہم ترین مصدر و منبع زبیر بن عروہ تھا۔[22] اس کا بیٹا ہشام بن عروہ اس کی اخبار اور روایات کا راوی ہے اور اہل عراق اسے پسند نہیں کرتے تھے۔[23] اصولی طور پر سیرت کی روایات و اخبار کی تدوین میں خاندان زبیر کا بڑا اہم کردار ہے اور ان روایات کا بڑا حصہ حضرت عائشہ سے منقول تھا۔ قاسم بن محمد بن ابی بکر مدینہ کے فقہیوں اور زہری کے مشائخ میں سے تھے۔ عاصم بن عمر بن قتادہ، انصاری تھے۔ مغازی میں شہرت رکھتے تھے، ابن اسحاق نے اس سے روایات نقل کی ہیں۔ بعد میں وہ شام چلا گیا، عمر بن عبد العزیز نے اسے جامع مسجد اموی میں "غزوات کے واقعات اور

صحابہ کے مناقب" بیان کرنے کا حکم دیا۔[24]

یعقوب بن عتبہ، مدنی اور زہری کے ہم عصر تھے اور مغازی کے بارے میں اچھی معلومات رکھنے والے شخص تھے۔ عبداللہ بن ابی بکر بن حزم مدنی تھے ابن اسحاق اور دیگر افراد کے لئے مغازی کی روایات کے راویوں میں سے تھے۔یزید بن رومان آل زبیر کے موالی اور مدنی تھے۔ اس نے مغازی کے متعلق ایک کتابچہ بھی لکھا جس کا انحصار عروہ اور زہری کی روایات پر تھا۔ ابوالاسود محمد بن عبدالرحمٰن اسدی، عروۃ بن زبیر کا سوتیلا بیٹا اور اس کا شاگرد تھا۔ موسیٰ بن عُقبہ مغازی میں پیش رو تھے اور زہری کے شاگردوں میں سے تھے اور مدینے میں رہائش پذیر تھے۔ اس کی زیادہ تر علمی کاوشیں مغازی اور سیرت خلفاء کے متعلق تھیں اگرچہ اس نے سالوں کے لحاظ سے ایک تاریخ بھی لکھی ہے۔ سزگین نے تصدیق کی ہے کہ اس کی مغازی زہری پر انحصار کرتی ہے۔[25] یہ بھی آل زبیر کے موالیوں میں سے تھے۔[26] مالک بن انس، یحییٰ بن مَعین اور احمد بن حنبل لوگوں کو اس کی مغازی پڑھنے کی دعوت دیتے تھے۔[27]

مذکورہ بالا گفتگو کے آخری حصے سے جو نکتہ اخذ ہوتا ہے اور جس کی طرف ہم پہلے اشارہ کر چکے ہیں، وہ یہ ہے سیرت کی تشکیل میں "آل زبیر" کا بڑا ہاتھ ہے۔ ہارفٹس نے بھی اشارہ کیا ہے کہ ابن اسحاق نے زہری کے علاوہ آل زبیر سے وابستہ افراد سے بہت زیادہ نقل کیا ہے۔ اس نے عروہ کے موالی یزید بن رومان، ہشام بن عروہ، عروہ کے بھتیجے عمر بن عبد اللہ، اور اس کے ایک اور بھتیجے محمد بن جعفر اور اسی طرح یحییٰ بن عباد بن عبداللہ بن زبیر سے روایات بیان کی ہیں۔[28]

موسیٰ بن عُقبہ (م 141)

موسیٰ بن عقبۃ بن ابی عیاش قرشی علم مغازی کی ایک نمایاں شخصیت ہیں اس نے سنہ 68 ہجری میں، عبداللہ بن عمر کو دیکھا۔ اس لحاظ سے یہ اس وقت کم از کم نوجوان تھے یہ بھی آل زبیر کے موالی تھے اور خاندان زبیر کی مغازی میں دلچسپی کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ نکتہ دلچسپ معلوم ہوتا ہے۔[29] یہ شخص ابن اسحاق کے ہم جماعت اور زہری کے شاگردوں میں سے تھے، لیکن ان سے ہٹ کر یہ جداگانہ طور پر البتہ تفصیل کے ساتھ مغازی کے کام کو مرتب کرنے میں مشغول رہے تاہم متعدد وجوہات کی بناء پر، جیسے عراق میں اس کی بروقت اشاعت نہ ہونا یا ابن اسحاق کے مقابلے میں تالیف کا کمزور ہونا، یا دوسری وجوہات کی بنا پر، شہرت حاصل نہ کرسکے۔ نویں صدی ہجری تک یہ کتاب دسترس میں تھی لیکن اس کے بعد اس کے صرف چند جملے ہی باقی رہ گئے ہیں۔

Fuat Sezgin نے لکھا ہے: اس کا بنیادی بھروسہ زہری پر ہے اگرچہ اس نے "حدثنی الزہری" کی اصطلاح کم استعمال کی ہے اور زیادہ تر "قال ابن شہاب" اور "زعم ابن شہاب" کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ مالک بن انس

سے جب لوگ یہ سوال کرتے کہ ہم مغازی کو کہاں سے سیکھیں تو وہ جواب میں کہتے تھے کہ: "**عليكم بمغازى موسى بن عقبة، فإنه ثقة**" تم پر لازم ہے کہ موسی بن عقبہ کے مغازی پڑھو کیونکہ وہ ثقہ اور مورد اعتماد ہیں" وہ مزید لکھتے ہیں: وہ بڑھاپے کی عمر میں مغازی کی تلاش میں جاتے تاکہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دینے والوں کے نام ریکارڈ کروائیں۔[30] مالک بن انس کی موسی بن عقبہ، کے مغازی پر توجہ ابن اسحاق پر اس کے عدم اعتماد سے غیر مربوط نہیں ہونی چاہیے۔ اس کے ایک عرصے بعد یحییٰ بن معین بھی کہتے تھے: کتاب موسی بن عقبہ عن الزہری اِصح الکتب۔ یعنی موسی بن عقبہ کی کتاب نقل از زہری سب کتابوں سے زیادہ صحیح ہے۔[31] یہ اس کے دیگر طرق حدیث کے قدح کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے۔ اس کی مغازی کی طرف توجہ کے حوالے جو واقعہ لکھا گیا ہے وہ سیرت نویسی کے متعلق بہت سارے نکات کو واضح کرتا ہے۔ سفیان بن عیینہ کہتے ہیں: مدینہ منورہ میں شرحبیل بن سعد نام کا ایک بزرگ رہتا تھا جو مغازی کے بارے میں سب سے زیادہ علم رکھتا تھا، اس پر یہ الزام تھا کہ وہ بے کردار افراد کو صاحب کردار بنا دیتا ہے۔ اس وجہ سے اس کی مغازی لوگوں کی نظروں سے گر گئی۔ ابراہیم بن منذر کہتے ہیں:

میں نے یہ بات محمد بن طلحۃ ابن الطویل سے کہی، مدینے میں مغازی کے بارے میں اس سے زیادہ کوئی نہیں جانتا تھا۔ اس نے مجھ سے کہا: شرحبیل بن سعد مغازی کا عالم تھا اس پر یہ الزام لگا یا کہ وہ بدر میں غیر موجود افراد کا ذکر بدری کے طور پر کرتا ہے۔ اسی طرح احد اور ہجرت میں موجود افراد کے بارے میں بھی۔ اسی وجہ سے لوگوں کا اس پر اعتماد ختم ہو گیا۔ جب موسی بن عقبہ نے یہ بات سنی تو اپنے بڑھاپے کے باوجود اس نے جنگ بدر، احد، ہجرت حبشہ اور مدینہ میں شریک افراد کی فہرست بنانے کا کام شروع کیا اور اس بارے میں کتاب لکھی۔[32]
یاقوت نے ابونعیم اصفہانی کے قلم سے لکھی ہوئی مغازی موسی بن عقبہ سے استفادہ کیا ہے۔[33]

ابن شہبہ (م 789) کے تہذیب کردہ مغازی کے بعض حصوں کو، ساخو نے جرمن زبان میں ترجمہ کے ساتھ شائع کیا ہے۔ ابن عبد البر (م 463) کی کتاب "**الدرر فی اختصار المغازی و السیر**" موسی بن عقبہ کے مغازی کی تلخیص ہے۔ اس کتاب کے بہت سے پیرا گراف ابن حجر نے الاصابۃ میں ذکر کئے ہیں جن کے صفحات کی تعداد کو سزگین نے معین کیا ہے۔[34] اسی طرح اس کی عبارتوں کے بہت سارے حصے بیہقی (م 458) نے دلائل النبوۃ میں نقل کئے ہیں۔ دو افراد نے سیرہ موسی بن عقبہ کو علیحدہ شکل میں شائع کیا ہے۔ ان میں سے ایک جمشید احمد الندوی ہیں جس کی کتاب سنہ 1419 میں مراکش میں شائع ہوئی۔ اور دوسرے جناب مرادی نسب ہیں جنہوں نے مغازی موسیٰ بن عقبہ کو قم سے (1382 ش) میں شائع کیا۔

محمد بن اسحاق (81- 85/ 150- 151)

ابن اسحاق پہلی نسبتاً جامع سیرت کے مصنف ہیں جو اپنی منطقی ترتیب کی وجہ سے اس شعبے میں اولین اصلی کام کے طور پر جانی پہچانی جاتی ہے۔[35] وہ ایک آزاد شدہ (موالی) - عرب یا فارس - عراقی تھے جس کے باپ عیسائی تھے اور جن کے دادا یاسر عراقی جنگ عین التمر کے اسیر تھے۔ اس نے مدینے میں پرورش پائی اور آخر میں بغداد میں داعی اجل کو لبیک کہا اور اسے مقبرہ خیزران میں دفن کیا گیا۔ مدینہ منورہ کے علاوہ اس نے علم حدیث کا بہت بڑا حصہ دیگر علاقوں کے اپنے اساتذہ سے حاصل کیا، اس نے تیس سال کی عمر میں مصر کا سفر اختیار کیا، یزید بن ابی حبیب (م 127) جیسے عالم کی شاگردی کا شرف حاصل کیا اور سیرت کی روایات میں بھی اس سے کسب فیض کیا۔[36] ابن اسحاق عباسیوں کی کامیابی کے بعد سنہ ۱۳۲ ہجری میں عراق گئے اور جب منصور حیرہ میں تھا، اس وقت اس نے اپنی کتاب مغازی تالیف کی اور اس وقت پہلے وہ کوفہ میں پھیلی اور پھر دیگر علاقوں میں پھیل گئی۔

درحقیقت، ابن اسحاق کی مدینہ سے عراق ہجرت نے سیرت کے علم جس کا مقام پیدائش مدینہ تھا، کو عالم اسلام کے سب سے اہم مقام، یعنی عراق میں منتقل کر دیا۔ ابن اسحاق نے ایک مرتب و منظّم سیرت چھوڑی ہے جس کا تاریخی رنگ اور نوعیت پورے طور پر واضح و آشکار ہے۔ اُس کے ایک رسالے کا عنوان **"كتاب فيه ذكر من بعث رسول اللهﷺ الى البلدان و ملوك العرب و العجم و ما قال لاصحابه حين بعثهم"** ذکر کیا گیا ہے۔[37] ان کی کتاب میں حضرت آدم علیہ السلام کی زندگی کے آغاز سے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کے آخر تک تاریخی اخبار و روایات شامل تھیں۔

ابن ہشام نے سیرہ ابن اسحاق، کی تہذیب کرتے ہوئے جس کو اس نے زائد جانا اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی سے غیر مربوط سمجھا، اسے حذف کر دیا۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ ابن اسحاق کی کتاب کی خصوصیت اس کا منظّم انداز ہے جو کہ صرف اس کے افکار کا نتیجہ نہیں ہو سکتا، بلکہ جیسا کہ بعض محققین نے لکھا ہے کہ مغازی کے ماسٹر مائنڈ اس کے استاد زہری اور پہلے کے دیگر مصنفین ہیں جو اس شعبے میں کام کر چکے تھے۔ البتہ یہ کہنا بھی بجا ہے جیسا کہ مسعودی نے بھی ذکر کیا ہے کہ اس پہلے اس طرح کی کوئی تصنیف یا مجموعہ موجود نہ تھا۔[38]

ابن اسحاق کی پرورش مدینہ میں ہوئی، اور اسی وجہ سے ان کی روایتوں میں بنیادی طور پر مدنی روایات ہیں اور چند مقامات پر مصری روایات شامل ہیں۔ اس کے برعکس اس کی کتاب کے تمام راوی عراقی ہیں اور اس کا سبب یہ ہے کہ اس نے سیرت کا مسودہ مدینے میں لکھا اور ترتیب دیا جبکہ اس کی اشاعت عراق میں ہوئی۔ بنا بر ایں، اس بات کو نوٹ کرنا چاہیے کہ اس کا بیان اور نقل مدینے تک محدود ہے اور اس کی اپنی حدود و قیود تھیں۔ اس نے

اپنی سیرت کی کتاب، حیرہ میں منصور یا مہدی (جب وہ ولی عہد تھا) کو بطور تحفہ پیش کی۔[39]

ابن اسحاق یہودی اور عیسائی راویوں سے متاثر تھے یا اہل کتاب سے مرعوب مسلمانوں کے زیر اثر تھے لہٰذا اس نے اپنی کتاب کا ابتدائی حصہ ”ابتداء خلقت و تاریخ انبیاء و بادشاہان“ ان کے ذرائع اور اہل کتاب کے مآخذ سے مواد لے کر تحریر کیا جسے بعد میں ابن ہشام نے حذف کر دیا۔ [مقدسی کا کہنا ہے کہ ابن اسحاق کی کتاب "المبتداء" اپنی نوعیت کی پہلی کتاب تھی۔][40]

علاوہ ازیں، اسلام سے پہلے کے عربوں کے بارے میں اس کی اطلاعات حجاز میں موجود داستانی ذرائع سے لی گئیں تھیں اور ان کا داستانی رنگ پورے طور پر نظر آتا ہے۔ ابن اسحاق کا اسلوب اگرچہ حدیث والا ہے تاہم اس نے تمام جگہوں پر اسناد کا تذکرہ نہیں کیا صرف ہجرت کے بعد سے مربوط زیادہ تر روایتوں کی سند کو بیان کیا ہے۔ اس سے پہلے کے عناوین قصے کی اصطلاحات کے ساتھ شروع ہوتے ہیں۔

مبہم الفاظ کا استعمال جیسے اہل علم نے مجھ سے بیان کیا ہے یا ان کا خیال ہے یا «اللہ اعلم» کے جملے کے ذریعے شک و تردید کا اظہار یہ بتاتا ہے کہ اسے اپنے تاریخی کام کو مکمل کرنے کے لئے اپنے اطراف میں موجود تمام ذرائع سے استفادہ کرنے کی ضرورت تھی۔ البتہ یہ طریقہ ایک محدث کا طریقہ کار نہیں ہے بلکہ ایک تاریخ نویس کی روش ہے جب اسے اپنی تاریخی بحث کے خاکے کو مکمل کرنے کے لئے مصادر اور وسائل کی کمی کا سامنا ہوتا ہے تو وہ ہر قسم کے ثبوت اور حوالے کو بروئے کار لاتا ہے۔ انہی میں اشعار اور نظمیں ہیں جن کی صحت کے بارے میں بہت سارے پرانے اور نئے افراد نے شک و شبہ کا اظہار کیا ہے۔[41] ابن ہشام نے ان میں سے بہت ساری نظموں اور اشعار کو خارج کر دیا، لہٰذا یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ ابن ہشام کی سیرت میں ابن اسحاق کے اصل نسخے میں موجود اشعار کا پانچواں حصہ ہے۔[42] دوسری طرف اس نے قرآن سے بھی بھرپور استفادہ کیا ہے اور ہر باب میں شأن نزول کی روایات بیان کی ہیں۔

ابن اسحاق کی وثاقت یا عدم وثاقت کا معاملہ، اپنی نوعیت کا سب سے متنازعہ رجالی مسئلہ ہے۔ اس کی کئی وجوہات میں سے ایک رقابت ہو سکتی ہے، جس وقت ابن اسحاق مدینہ میں تھا، اس کا مدینے کے دو محدثین اور فقہاء ایک مالک بن انس اور دوسرے ہشام بن عروہ سے ٹکراو ہوا۔[43] اسی وجہ سے اس پر مختلف قسم کے الزامات لگائے گئے جن میں شیعہ اور قدریہ ہونا بھی تھے۔[44] اس کے بعد رجال کی کتابوں میں اس کے متعلق مختلف قسم کی کہانیاں بیان ہوئیں اور متضاد آراء نقل کی گئیں۔ ابن حبان نے الثقات میں اور ابن سیدالناس نے اس کا بھرپور دفاع اور حمایت کی ہے۔[45]

یہ بات کہنی بجا ہے کہ موجودہ تشیع کی اصطلاح کے معنوں میں اس پر یہ الزام درست نہیں ہے اور شاید اس پر

شیعہ ہونے کا الزام لگنے کی وجہ بعض فضائل (اہل بیت) کا بیان کرنا ہو (جن میں سے بہت ساروں کو ابن ہشام نے موجودہ سیرت کی کتاب میں حذف کر دیا ہے ان میں سے ایک روایت «روایت انذار عشیرہ» بھی ہے، البتہ طبری نے اسے ابن اسحاق کے طریق سے بیان کیا ہے)۔ اس کا معنی صرف اہل بیت علیہم السلام سے دوستی ہو سکتا ہے جو کسی طور پر بھی عثمانی مذہب کے لئے قابل قبول نہ تھا، جس کی شام اور مدینے پر حکمرانی تھی۔ ہم نے ایک اور مقام پر اس گروہ کو عراقی شیعہ کا عنوان دیا ہے البتہ ان کے درجات مختلف ہیں۔ اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ابن اسحاق نے حضرت علی علیہ السلام کے بہت سے فضائل اپنی کتاب سیرت میں نقل کئے ہیں۔ بہت سارے دوسروں نے اسے روایات کے نقل میں موثق اور قابل اعتماد جانا ہے نہ کہ حلال و حرام میں۔[46]
اس قسم کے اظہار نظر اور تبصرے، اسلاف کی تاریخی روایات کے نقل و بیان میں رواداری کو ظاہر کرتے ہیں۔ طبری جس نے سیرت کی روایات اور اس کے بعد کی روایات کا ایک بڑا حصہ ابن اسحاق کی کتابوں سے لیا ہے، نے اس کے کارناموں کی تعریف کرتے ہوئے اسے موثق اور مستند گردانا ہے۔[47] دوسری طرف، ابن ندیم، جن کا شیعیت کی طرف جھکاؤ بالکل واضح ہے، نے ابن اسحاق پر سخت حملہ کیا اور اس پر متعدد الزامات لگائے جیسے: یہودیوں کا اس پر اثر و رسوخ، علماء حدیث کی طرف سے اس کی تضعیف[48]، اشعار گھڑنا اور انہیں سیرت میں درج کرنا وغیرہ، یہاں تک کہ اس نے اخلاقی تہمتوں کو بھی اس سے منسوب کیا ہے۔[49] زہری جو کہ ابن اسحاق کے اساتذہ میں سے ہے اس کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے کہ: جب تک یہ احول- یعنی ابن اسحاق- اس ملک میں ہے علم و دانش باقی ہے۔[50] اور شعبہ کہتا تھا: اگر میرا بس چلتا تو میں ابن اسحاق کو تمام محدثین پر حاکم بنا دیتا۔[51] ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ علم مغازی کی نشوونما مدینے میں ہوئی ہے۔
Carl Brocklemann نے بھی لکھا ہے کہ ابن اسحاق کی تمام احادیث اہل مدینہ کی طرف پلٹتی ہیں۔[52]
تاہم، اس بات کا امکان ہے کہ ابن اسحاق نے صرف مذکورہ افراد سے احادیث نقل نہ کی ہوں بلکہ عام و غیر معروف افراد جن کا کسی نہ کسی طرح سے رسول اللہ ﷺ کے دور کے واقعات سے تعلق تھا، سے بھی بیان کی ہوں، البتہ کوئی بھی صورت ہو، اس کے کام کی بنیاد اس کا خاص نقطہ نظر ہے جس نے ان روایات کو شکل و صورت دی؛ اس نکتے کہ ان افراد کا کام نقد و نظر اور عبارت میں ردوبدل کے بغیر صرف نقل کرنا تھا، پر غور کرنے سے ابتدائی راویوں کے کردار کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔ یہاں پر ابن اسحاق کی اسناد کی چند مثالیں مطلب کو واضح کرنے کے لئے کافی ہیں:

«حدثنی صالح بن کیسان عن عروة بن زبیر عن عایشه»؛ «حدثنی عاصم بن قتاده، ذکر الزهری عن عروة بن زبیر عن عایشه»؛ «حدثنی یحیی بن عروة بن زبیر عن ابیه عروة»؛

«حدثنی محمد بن عبد الله عن عامر بن زید، عن بعض اهله»؛ «حدثنی نافع مولی عبد الله بن عمر عن ابن عمر»؛ «حدثنی عبد الرحمن بن الحارث عن بعض آل عمر او بعض اهله»۔

ابن اسحاق نے چند مقامات پر امام باقر علیہ السلام سے یا پھر زہری کے ذریعے امام سجاد علیہ السلام سے محدود تعداد میں روایات نقل کی ہیں۔ معمر بن راشد (م 154) جس کا مغازی کی نگارش میں کچھ عمل دخل تھا، نے زیادہ تر زہری سے روایت بیان کی ہیں۔[53] علم تاریخ عرب کے بارے میں ڈوری نے اپنی تحقیقات کے دوران یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ زہری مکتب مدینہ کا بانی تھا اور موسیٰ بن عقبہ اور ابن سحاق دونوں اس کے شاگرد تھے۔ اس کے بقول موسیٰ بن عقبہ نے اپنے استاد زہری کے کام پر انحصار کیا البتہ کچھ اضافے بھی کئے[54] اور یہی حال ابن اسحاق کا بھی ہے۔

گابے نے واضح کہا ہے کہ دوسری صدی ہجری سے پہلے سیرت مدینے سے ہی مخصوص تھی۔[55] ابن اسحاق نے اپنی سیرت کی کتاب کا مواد مدینہ میں اکٹھا کیا اور بعد میں شاید عراق میں اس کو مرتب کیا۔ مدینہ میں اس کا مالک بن انس اور ہشام بن عروہ سے جھگڑا ہوا اور خاص طور پر مالک کے علم کی تضحیک کی وجہ سے،[56] اسے مدینہ چھوڑنے پر مجبور کیا گیا۔[57] اس کی کتاب سیرت کی اشاعت عراق میں ہوئی۔ ابن سعد کے مطابق، اس نے کوفہ میں اپنی سیرت کی قرات کی، اور پھر جزیرے اور رے شہر میں اپنی سیرت پڑھ کر سنائی۔[58]

ابن اسحاق نے اپنی زندگی کے آخری بیس سال بنی عباس کے دور میں گزارے اور کہا گیا ہے کہ اس نے اپنی کتاب سیرت، منصور یا مہدی عباسی (جب وہ ولی عہد تھا) کی خدمت میں پیش کی، اسی وجہ سے عباس بن عبدالمطلب سے متعلق باتوں پر اسے جزوی طور پر نظر ثانی کرنا پڑی ہو گی۔[59] ابن اسحاق کا تیار کردہ متن مکمل طور پر ہم تک نہیں پہنچا اور صرف اس کی عبد الملک ابن ہشام (متوفی 213 یا 218) کی تصحیح ہمارے لئے دستیاب ہے۔ جیسا کہ اس نے کتاب کے مقدمے میں ذکر کیا ہے کہ اس نے جن مطالب کو آنحضرت محمد ﷺ سے غیر متعلق پایا، انہیں حذف کر دیا۔ نیز بعض اشعار[60] کو اور جسے اس نے قبیح اور برا سمجھا اسے چھوڑ دیا۔ اس بارے میں اختلاف رائے موجود ہے کہ ابن ہشام نے اہم اور مفید مطالب کو حذف کیا ہے یا نہیں[61] اس کے ساتھ ہی ہمیں اس لحاظ سے ابن ہشام کا شکریہ ادا کرنا چاہیے کہ موجودہ سیرت میں ابن اسحاق کی باتوں اور الفاظ کی تشخیص دینا ممکن ہے اور ابن ہشام کے اضافات خود اس کے نام سے واضح ہیں۔

ابن ہشام کی تصحیح و تہذیب سیرہ ابن ہشام کے نام سے مشہور ہو گئی، ابتداء ہی سے اس سے استفادہ کیا جانے لگا۔ یعقوبی نے اسی روایت سے استفادہ کیا ہے۔ عبدالرحمان سہیلی (508 - 581) کی کتاب "الروض الانف" سیرہ ابن ہشام کی مفصل شرح ہے جو شائع ہو چکی ہے۔ سہیلی یہ بھی کہتے ہیں کہ اس کا مقصد سیرہ ابن اسحاق کی شرح کرنا ہے جس کی ابن ہشام نے تہذیب اور تلخیص کی ہے، اس کی بنا غیر مانوس الفاظ، پیچیدہ جملات اور مشکل

انساب کی تشریح کرنا ہے نیز ادھورے اور ناقص چیزوں کی تکمیل کرنا ہے۔ اس کتاب کی تصحیح عبدالرحمٰن وکیل نے کی ہے اور مصر میں چھپ چکی ہے اور سنہ ۱۴۱۲ھ میں بیروت میں آفسٹ ہوئی ہے۔ ابوذر بن محمد بن مسعود خَشَنی (533- 604) نے بھی سیرہ ابن ہشام کی ایک جلد پر مشتمل ادبی شرح لکھی ہے۔[62]

ابن ہشام نے زیاد ابن عبداللہ بکائی (متوفی 183) کے ذریعہ جو روایت کی ہے، اس کے علاوہ طبری نے ابن اسحاق کی سیرت سے محمد ابن حامد رازی اور اس نے سلمہ بن فضل کے ذریعہ سے بھی بہت ساری روایات نقل کی ہیں۔ سلمہ نے ابن اسحاق کے اصل متن سے استفادہ کیا جو اس نے منصور کے لئے تیار کیا تھا۔[63] ابن اسحاق کی کتاب کا ایک اور راوی یونس بن بکیر ہے جس سے ابن اثیر نے اسدالغابہ میں فائدہ اٹھایا ہے اور حال ہی میں اس کا ایک حصہ مراکش میں پایا گیا ہے، جس کی پہلے تصحیح "محمد حمید اللہ" نے کی اور بعد میں "سہیل زکار" نے کی ہے اور اسے دونوں نے الگ الگ شائع کیا ہے۔ اس حصے کے راوی یونس بن بکیر نے دوسروں کی کچھ روایتوں کو ابن اسحاق کی سیرت کے ساتھ شامل کیا ہے۔[64]

سیرہ ابن اسحاق کی بنیادی کمزوری کے علاوہ، جو مدینہ کی روایات پر انحصار اور محض اسی نظریہ کی عکاسی ہے، اس سیرت میں اندرونی نظم و ترتیب کے لحاظ سے اور ایک تاریخی متن کی حیثیت سے کافی طاقت ہے۔ تاریخ نگاری کی محدود تاریخ کے پیش نظر، ابن اسحاق کے کام کو اسلامی تاریخ نگاری کی ترقی میں ایک سنگ میل سمجھا جانا چاہئے۔ انہوں نے تاریخی خبروں کو خصوصی نظم دیا ہے اور خبروں کو پیش کرنے میں تاریخی ذہنیت کا باریکی سے استعمال کیا ہے۔

گابے کے بقول، اس نے صرف نبی اکرم ﷺ کی تاریخ ہی نہیں لکھی، بلکہ نبوت کی بھی تاریخ لکھی ہے۔[65] ابن اسحاق کو سیرت کی روایات کا پہلا تجزیہ کار بھی سمجھا جانا چاہئے۔ وہ بہت سارے موضوعات کے آغاز میں ایک قسم کا تجزیاتی نتیجہ پیش کرتا ہے۔ تاہم، ابن اسحاق کے مآخذ اور حوالوں کی وجہ سے اس کی سیرت میں بہت سی خامیاں اور غلطیاں ہیں۔ سیرت کی مذکورہ کتاب، سیرت کی روایات کے صرف ایک حصے کی عکاسی کرتی ہے، کیونکہ دیگر شہروں میں موجود روایات اور ان شہروں کی طرف جانے والے صحابہ کے پاس سیرت کے بارے میں جو روایات تھیں وہ ابن اسحاق کی دسترس میں نہیں تھیں۔ مزید یہ کہ بعد میں واقدی اور بعض دوسروں نے ابتدائی اور اصلی مآخذ میں تحقیق کر کے بہت ساری نئی باتوں کا سیرت کے باب میں اضافہ کیا ہے جن پر محققین کو توجہ دینے اور غور و خوض کرنے کی ضرورت ہے۔ ابن اسحاق کے بعد، سیرت کی اخبار و روایات پر تحقیق کا کام جاری و ساری رہا۔ بہت سے محدثین اور راوی ان روایات و اخبار کو جمع کرنے میں مصروف ہو گئے جن میں سے صرف مشہور افراد کے نوشتے باقی رہ گئے ہیں۔

ساتویں صدی میں سیرہ ابن اسحاق، کا شرف الدین محمد بن عبداللہ بن عمر کے قلم سے فارسی ترجمہ اور تلخیص عمل میں آئی ہے۔ یہ کتاب سیرت رسول اللہ ﷺ کے نام سے اصغر مہدوی اور مہدی قمی نژاد کے ذریعے سیرت نگاری اور سیرہ ابن اسحاق کے بارے میں تفصیلی مقدمے کے ساتھ شائع ہو چکی ہے۔[66] اس کا ایک اور ترجمہ سیرت رسول اللہ ﷺ کے عنوان سے ساتویں صدی کے عالم رفیع الدین اسحاق بن محمد ہمدانی کے ہاتھوں سے ہوا، یہ ترجمہ بھی چھپ چکا ہے۔[67] ابن اسحاق کی ایک اور چھوٹی کتاب اخبار الخلفاء ہے اور اس کی عبارتیں اور حوالے موجود ہیں۔[68] یہ بات قابل ذکر ہے کہ خلیفہ بن خیاط، نے ردہ کے واقعات اور اس کی فتوحات سے متعلق اخبار کو ابن اسحاق سے لیا ہے جو کہ اس کی کتاب اخبار الخلفاء ہی ہو سکتی ہے۔[69]

ابان بن عثمان بجلی (م ح 170)

بہت سے مصادر میں اسے ابان بن عثمان الاحمر البجلی کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ شیعہ مآخذ میں آیا ہے کہ وہ قبیلہ بَجیلہ کے موالی تھے۔ قبیلہ بجیلہ ایک قحطانی قبیلہ جانا جاتا ہے جو شیعہ رجحان رکھتا تھا۔ چند مقامات پر اس کا ذکر ابان الأعرج کے عنوان سے کیا گیا ہے۔[70] اس نکتہ پر توجہ ضروری ہے کہ ابان ابن عثمان الاحمر کے علاوہ ابان ابن عثمان ابن عفان نامی ایک اور شخص ہے جو تیسرے خلیفہ کا بیٹا تھا۔ اور اس بات کے علاوہ کہ اس نے کئی سال تک مدینہ پر حکمرانی کی ہے، یہ بھی دعوی کیا جاتا ہے کہ سیرہ نبوی کی روایات کے نقل کرنے میں بھی ان کا ہاتھ تھا۔ فقط نام کی مماثلت کے سبب کچھ لوگوں نے غلطی سے ابان امامیہ کی جگہ پر عثمان بن عفان کے بیٹے کو بدل دیا ہے۔

مثال کے طور پر Fuat Sezgin نے پہلے دور کے سیرت نگاروں کے تذکرے میں ابان بن عثمان بن عفان کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس کی نقل شدہ روایات تاریخ یعقوبی میں آئی ہیں۔[71] حالانکہ تاریخ یعقوبی میں جس شخص سے منقول ہے وہ ابان بن عثمان الاحمر ہے۔ اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ یعقوبی نے صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ وہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی روایات کے راوی ہیں۔ فطری بات ہے کہ تیسرے خلیفہ کا بیٹا جو جنگ جمل میں حضرت عائشہ کے ساتھ تھا، کی عمر اتنی زیادہ نہیں ہو سکتی کہ وہ امام صادق علیہ السلام سے روایات نقل کرے۔ اس کے علاوہ، شیعہ حدیث کے منابع و مصادر اور ابان کی احادیث سے ایک مختصر واقفیت سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بہت بڑا اشتباہ اور غلطی ہے۔

ابان کا شمار اصحاب اجماع میں ہوتا ہے، «**اجمعت العصابة على تصحيح ما يصح عنهم**» وہ افراد جن کی طرف انتساب کی صحت درست ہو اور اس میں شک نہ کیا جا سکتا ہو۔ یہ چیز ابان بن عثمان کے اعلیٰ علمی مقام اور اس پر اعتماد کے اعلیٰ مرتبہ کا بہترین ثبوت ہے۔ ابان خود امام صادق علیہ السلام کے اصحاب میں سے تھے اور ان سے براہ راست بہت زیادہ احادیث نقل کی ہیں۔ اس کے ساتھ اس نے امام محمد باقر اور صادق علیہما السلام کے

بعض جلیل القدر اصحاب کے سامنے بھی زانو تلمذ تہ کیا ہے اور ان کے واسطے سے مذکورہ دو عظیم اماموں سے بے شمار روایات نقل کی ہیں۔ شاید یہ اس بات کی دلیل ہو کہ امام صادق علیہ السلام کے اصحاب میں اس کا شمار جوان اصحاب میں ہوتا تھا۔

تربیت یافتہ شاگردوں کی ایک بڑی تعداد کے علاوہ اس کی دو کتابیں بھی تھیں۔ ایک تو اس کی سیرت کی کتاب ہے جس پر ہم مزید گفتگو کریں گے، دوسری اس کی «اصل» ہے جس کا شیخ نے مختصر طور پر ذکر کیا ہے، یقیناً اس میں فقہی اور اعتقادی احادیث کی تعداد بہت زیادہ ہے جن تک اس کی رسائی شاگردوں کے ذریعے اسی طریق سے حدیث کے منابع تک ہوئی ہے۔ ان کے ایک اہم ترین شاگرد ابن اِبی عمیر ہیں کہ ابان اس کے بڑے مشایخ میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کے کچھ اور روات درج ذیل ہیں:

محمد بن زیاد بیاع، محمد بن زیاد ازدی، حماد بن عیسی، حسن بن علی بن فضال، احمد بن محمد بن اِبی نصر بزنطی، علی بن مہزیار، محمد بن ولید صیرفی، عبد اللہ بن حماد انصاری، حسن بن علی الوشاء، محمد بن خالد برقی، حسن بن محبوب، یونس بن عبد الرحمان ابراہیم بن ابی البلاد، فضالۃ بن ایوب ازدی، محمد بن سنان اور علی بن حکم۔ ابان فقہ اور شیعہ کلام کے علاوہ، اخبار شعرا، ایام العرب اور انساب کا علم بھی رکھتے تھے۔ رسول خداﷺ کی سیرت میں اس کی مہارت اور تجربہ اس کے ان شعبوں میں علمی صلاحیتوں کا مرہون منت ہے۔ ان افراد کو اس زمانے کی اصطلاح میں اخباری کہا جاتا تھا۔ اس شعبے میں اس کے نامور اور ممتاز شاگرد وجود میں آئے۔

شیخ طوسی اور نجاشی نے لکھا ہے کہ ابان نے زندگی کا کچھ عرصہ کوفہ میں اور کچھ بصرہ میں گذارا۔ اسی وجہ سے بصرہ میں ابوعبیدہ معمر بن مثنی اور محمد بن سلّام جمحی جیسے افراد نے اس سے «اِخبار الشعراء والنسب والأیام» کو سنا ہے۔ علامہ تستری نے لکھا ہے: اور رہی بات ابو عبداللہ محمد بن سلام کی، جس کے بارے میں فہرست اور نجاشی نے کہا ہے کہ: «یہ اس نے ابان سے اخذ کیا ہے»، میں اس کو نہیں جانتا ہوں جو شخص معروف ہے وہ ابو عبید قاسم بن سلام ہے، اور محمد بن سلام کا تذکرہ اپنے مقام پر ہو گا لیکن یہ بعد کے دور کے ہیں۔ حموی نے اس کے بارے کہا ہے: اس کی وفات سنۃ ۲۳۲ ہجری میں ہوئی پس اس صورت میں اس کا امام صادق علیہ السلام کے اصحاب سے اخذ کرنا بعید ہے۔

یہ واضح طور پر کہنا چاہئے کہ محمد بن سلام اور ابوعبیدہ معمر بن مثنی کا ابان کی شاگردی اختیار کرنا، اس حقیقت کے باوجود کہ وہ دونوں دوسری اور تیسری صدی ہجری کی ممتاز ادبی شخصیات ہیں، یہ اس زمانے میں ابان کے اعلی علمی رتبے کی علامت ہے۔ لہٰذا، ہمیں اسے صرف فقہی روایات کا راوی نہیں سمجھنا چاہئے، بلکہ اسے ایک ممتاز اسکالر، بااثر مصنف اور ایام عرب اور اس کی روایات کے بارے میں گہری واقفیت رکھنے والا مؤرخ جاننا چاہیے۔

سیرت سے متعلق ابان سے موصول ہونے والی روایات اور حوالوں کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ بات کہنی چاہیے کہ ابان کی کتاب ابتدا ہی سے کچھ محدثین اور اخباریوں (مؤرخین کے معنی میں) کی دسترس میں تھی، تاہم بہت ساری شیعہ کتابوں کی طرح، ان کے محدود استعمال اور ان سے کم استفادہ کی وجہ سے پہلے والی کتابوں میں ان کا ذکر بہت ہی کم آیا ہے، اتنا کم کہ ابن ندیم (اس کی باقی ماندہ کتاب کے مطابق) نے اس کی کتاب مغازی کا نام لیا ہے اور نہ ہی خود اس کا تذکرہ کیا ہے۔ البتہ شیخ طوسی نے امامیہ کے علمی کارناموں کو متعارف کرانے کے لئے لکھی جانے والی اپنی کتاب فہرست میں ان کی کتاب کا ذکر کیا ہے۔ انہوں نے ان کی صرف اسی کتاب کا ذکر کیا ہے البتہ انہوں نے وضاحت کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس کی ایک «اصل» بھی تھی۔ ابان کی کتاب کے بارے میں شیخ کے الفاظ یوں ہیں: **و ما عرف من مصنفاته الاّ كتابه الّذى يجمع «المبدأ و المبعث و المغازى و الوفاة و السقيفة و الردّة»**۔ اس کی ایک کتاب کے علاوہ کوئی اور کتاب ہمارے علم میں نہیں ہے، جس میں اس نے ابتدائے خلقت۔ بعثت، مغازی، وفات، سقیفہ اور ردہ کو اکٹھا کیا ہے۔

در حقیقت، اس کتاب کے چند حصے تھے ان میں سے ہر ایک کو کتاب کا عنوان دیا گیا، لیکن جیسا کہ شیخ نے وضاحت کی ہے کہ یہ سب ایک ہی کتاب ہے۔ شیخ طوسی نے اس کتاب کے بارے میں اپنے متعدد طرق و اسناد کو بیان کیا ہے اور پھر مزید کہا ہے کہ: اس کتاب کا ایک اور نسخہ بھی ہے جو اس سے چھوٹا ہے جسے قمیوں نے روایت کیا ہے۔[72] ہم یہ دیکھتے ہیں کہ یہ کتاب علی بن ابراہیم قمی کے پاس تھی اور اس نے تفسیر میں بار بار اس کے حوالے دیئے ہیں اور اس سے نقل کیا ہے۔

نجاشی بھی اس کتاب کے متعلق معلومات رکھتے تھے۔ انہوں نے لکھا ہے: لہ کتاب حسن کبیر یجمع المبتدا و المغازی والوفاۃ والردۃ۔[73] اس کی ضخیم اور بڑی اچھی کتاب ہے جس میں اس نے مبتداء، مغازی، وفات اور ردہ کو ایک ساتھ جمع کیا ہے۔ یاقوت نے اس کتاب کے بارے میں اسی جملے کو دہرایا ہے لیکن اس بارے میں اس نے کوئی اشارہ نہیں کیا کہ خود اس نے اس کتاب کو دیکھا ہے یا نہیں۔[74]

وہ اکیلا شخص جس نے ابان کی کتاب سے وسیع طور پر استفادہ کیا ہے اور اس سے استفادہ کرنے کو صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے وہ شیخ طبرسی ہیں۔ دوسروں نے بھی ان کی کتاب سے فائدہ اٹھایا ہے، انہوں نے روایت کو اپنے مشائخ کے ذریعے ابان تک پہنچایا ہے لیکن کتاب کا نام بالکل نہیں لیا ہے۔ عام تاریخ کے پہلے دور تدوین کے ایک اور مؤرخ جس نے اس کتاب سے استفادہ کرنے کا اعتراف کیا ہے وہ احمد بن محمد بن واضح یعقوبی ہیں۔ ان کا شمار ان مورخین میں سے ہوتا ہے جنہوں نے تاریخ کو بصورت حدیث (یعنی بہ طور مسند) بیان نہیں کیا بلکہ سند کو ذکر کئے بغیر روایات اور واقعات کو پیش کیا۔ تاہم اس نے دوسری جلد کی ابتداء میں اپنے مآخذ کی مجموعی فہرست پیش کی ہے۔

اس فہرست میں ابان کا نام بھی دکھائی دیتا ہے، وہ لکھتا ہے: **وکان من رُوینا عنه ما فی هذا الکتاب --- ابان بن عثمان عن جعفر بن محمد علیهما السلام**۔ اس کتاب میں جن سے میں نے روایات لی ہیں ان میں ابان بن عثمان از جعفر بن محمد علیہما السلام ہیں۔ اس سے پہلے ہم نے کہا ہے کہ Fuat Sezgin نے مستند بات کی ہے کہ ابان بن عثمان بن عفان کی سیرت پر ایک کتاب تھی جس سے یعقوبی نے استفادہ کیا ہے۔[75] حالانکہ خلیفہ سوم کے بیٹے ابان کی وفات 95 تا 105 ہجری کے درمیان ہوئی ہے اس صورت میں ایسا شخص جعفر بن محمد الصادق علیہما السلام سے کیسے نقل کر سکتا ہے۔ اس غلطی کے مرتکب عبدالعزیز الدوری بھی ہوئے ہیں۔[76]

یعقوبی نے اپنی تاریخ کی کتاب میں متعدد مقامات پر امام صادق علیہ السلام کا حوالہ دیتے ہوئے نقل کیا ہے، لیکن یہ واضح رہے کہ اس نے اسی ماخذ کی فہرست میں واضح کیا ہے کہ اس نے کچھ روایات جعفر بن محمد الصادق علیہما السلام سے ابوالبختری کے ذریعے بھی بیان کی ہیں۔ پس اس صورت میں اس کتاب میں جو کچھ امام صادق علیہ السلام سے نقل ہوا ہے وہ سب ابان کے ذریعے نہیں ہو سکتا۔ تاریخ یعقوبی میں امام صادق علیہ السلام سے جو منقول ہوا ہے اور دو میں سے ایک طریق ابان یا ابوالبختری سے ہو سکتا ہے وہ مقامات یہ ہیں:

1- رسول خداﷺ کی بارہ ماہ رمضان کو ولادت (ج 2، ص 7)۔

2- یہ روایت کہ حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہ کی شادی اور رسول خداﷺ کی ولادت کے درمیان دس مہینے کا فاصلہ تھا (ج 2، ص 9)

3- یہ روایت کہ جبرئیل علیہ السلام پہلی بار رسول خداﷺ پر بروز جمعہ بیس رمضان کو نازل ہوا اس وجہ سے مسلمانوں نے جمعہ کو عید کا دن قرار دیا۔ (ج 2، ص 22- 23)

4- یہ روایت کہ ہر رسول کا معجزہ اس زمانے میں پائے جانے والے عمومی مسئلے کے متناسب ہوتا ہے اور چونکہ رسول خداﷺ کی بعثت کے وقت فصاحت و بلاغت اور شعر و شاعری کا عروج تھا اس لئے قرآن معجزہ قرار پایا۔ (ج 2، ص 35)

5- نزول قرآن کے بارے روایت اور رسول خداﷺ کا آیت قتال کے نزول تک انتظار اور پھر جنگوں کا آغاز۔ (ج 2، ص 44)۔

6- رسول خداﷺ کی تدفین کے موقعہ پر جبرئیل علیہ السلام کا اس طرح بات کرنا کہ حاضرین نے آواز کو سنا لیکن کسی کو دیکھا نہیں۔ اس بارے میں روایت۔ (ج 2، ص 114)۔ تاریخ یعقوبی میں ایسی متعدد روایات ہیں جو ابان سے منقولہ دوسرے مصادر میں باتوں سے بالکل مماثلت رکھتی ہیں۔ اس کی ایک مثال حضرت خدیجہ

علیہا السلام کے متعلق خبر ہے جس کا ذکر شیخ مفید نے اپنی امالی (ص 110) میں کیا ہے اور یعقوبی (1 صفحہ 35) نے بھی اس کا تذکرہ کیا ہے۔ اس کی دیگر مثالوں کا ہم نے حاشیہ میں ذکر کیا ہے۔

تیسری اور چوتھی صدی کے حدیثی مصادر میں کثیر تعداد میں فقہی روایات کے ساتھ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کے متعلق بھی متعدد روایات نقل ہوئی ہیں، جن میں کلینی کی کتاب کافی، تفسیر قمی، شیخ صدوق کی کتب اور شیخ مفید کی بعض کتب اہم ہیں۔ کلینی مرحوم نے خصوصا روضہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کے بارے میں ابان کی چند احادیث بیان کی ہیں۔ یہ بات تقریبا یقین سے کہی جا سکتی ہے کہ جو کچھ روضہ اور اسی طرح تفسیر قمی میں آیا ہے وہ ابان کی کتاب سے لیا گیا ہے؛ خاص طور پر شیخ نے فہرست میں «رواه القميون» کے نام سے ایک کتاب کے نسخے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ شیخ صدوق نے بھی اپنی دو کتابوں علل الشرایع اور امالی میں ابان سے بہت زیادہ حدیثیں نقل کی ہیں۔ جن میں بعض کا تعلق انبیاء کی تاریخ سے ہے اور بعض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت سے مربوط ہیں۔

امام ابوطالب یحییٰ بن حسین بن ہارون (340-421) جو کہ دیلم اور گیلان کے علاقوں میں زیدیوں کے امام تھے۔ انہوں نے اپنی کتاب امالی جس کا نام تیسیر المطالب تھا، میں چند جگہوں پر ابان کے حوالے سے کچھ روایات بیان کی ہیں۔ ان چند احادیث کی ابان تک سند، ایک جیسی ہے: **اخبرني ابی، قال: اخبرنا محمد بن حسن بن الوليد، قال: حدثنا محمد بن الحسن الصفار، عن محمد بن الحسين بن ابي الخطاب،، قال: حدثنا جعفر بن بشير البجلي عن ابان بن عثمان۔** ابان سے منقولہ سند میں یکسانیت اور اشتراک اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ ابان کی کتاب سے استفادہ کیا گیا ہے۔

کتاب ابان کی طرف شیخ طوسیؒ کے پہلے طریق میں سب سے پہلے شخص کے طور پر شیخ مفیدؒ کا نام آتا ہے، انہوں نے بھی ابان سے روایات نقل کی ہیں۔ طبرسی مرحوم واحد شخص ہیں جنہوں نے اپنی کتاب «إعلام الوری» میں بڑی صراحت سے ابان کی کتاب کا حوالہ دیتے ہوئے کہا ہے کہ وہ اس کتاب سے نقل کرتے ہیں اور یوں انہوں نے ہمارے لئے اس کتاب کا بہت بڑا حصہ محفوظ کیا ہے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غزوات کے باب میں "وفی کتاب ابان" اور "قال ابان" جیسے الفاظ کے ساتھ مغازی کا حصہ ذکر کیا ہے۔ کچھ مقامات پر یہ نقل چند صفحات تک جاری رہتا ہے جو کہ طبیعی طور پر ابان کی کتاب سے ہی ہونا چاہیے۔ کیونکہ طبرسی اکثر جگہوں پر اپنے مطالب کے ماخذ کا حوالہ بیان کرتے ہیں۔ یہ بھی امکان ہے کہ طبرسی نے مجمع البیان میں بھی اس کتاب سے استفادہ کیا ہو، لیکن سند کے بیان نہ کرنے اور صرف معصوم کے نام کے ذکر پر اکتفاء کرنے کی وجہ سے یہ مقامات واضح نہیں ہیں۔

کتاب إعلام الوری، ابن شہر آشوب کی دسترس میں تھی اور اس نے بھی اس کتاب کے ذریعے کتاب ابان سے نقل کیا ہے۔ ابان سے ابن شہر آشوب کی روایات میں سے صرف رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت والی

حدیث اعلام الوری میں بیان نہیں ہوئی ہے، لیکن دیگر موارد میں اس کا مأخذ و مصدر کتاب إعلام الوری ہے اگرچہ اس بات کا اس نے تذکرہ نہیں کیا۔ اس بات کا ثبوت یہ ہے کہ طبرسی کے ابان سے منقول مطالب کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ انہی منقولہ مطالب سے قبل اور بعد اس نے ان باتوں کا بھی اپنی کتاب مناقب میں ذکر کیا ہے جو ابن اسحاق یا دوسروں سے بیان ہوئے ہیں۔ راوندی نے بھی قصص الأنبیاء، میں مغازی کے باب میں إعلام الوری سے استفادہ کیا ہے لیکن نہ ہی اس نے کتاب کا حوالہ دیا ہے اور نہ ابان کے نام کی طرف اشارہ کیا ہے۔ عبارات کی مماثلت اور شباہت اس امر کو ثابت کر سکتی ہے۔

جہاں تک ہم نے تحقیق کی ہے اس کے مطابق اہل سنت کے مآخذ میں سیرت کے متعلق ابان سے صرف ایک بیان نقل ہوا ہے۔ «**عرض رسول الله نفسه علی قبائل العرب**» کے بارے میں یہ روایت جو قدرے تفصیل سے ہے، اس کی ابو نعیم اصفہانی اور بیہقی نے دو سندیں بیان کی ہیں، ایک اس طریق سے: **عن ابان بن عبد الله البجلی عن ابان بن تغلب عن عکرمه عن ابن عباس عن علی بن ابی طالب۔ اور دوسری: عن ابان بن عثمان عن ابان بن تغلب**۔۔۔ کے طریق سے۔

کتاب ابان، کا سب سے پہلا حصہ کتاب المبتدا تھا۔ یہ نام: «البدءُ والبدیءُ الاول» سے لیا گیا ہے جس کا مطلب پہلوں یا سابقہ لوگوں کے حالات و واقعات ہیں۔ سابقہ لوگوں کے حالات و واقعات سے خصوصی طور پر مراد حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر بعد والے انبیاء الٰہی کے حالات و واقعات ہیں۔ مسلمان مورخین، تاریخ انسان کو حضرت آدمؑ کے زمانے سے شروع کرتے تھے۔ اس بات میں وہ تورات کے ساتھ خود قرآن سے بھی متاثر تھے۔ وہب بن منبہ ایک یہودی الاصل مسلمان عالم تھا، جس کی المبتدا یا کتاب المبدا یا کتاب المبتدا والسیرۃ یا مبتدا الخلق جیسے عنوانات پر کتابیں ہیں جن سے ثعلبی نے اپنی تفسیر میں استفادہ کیا ہے اور بعد میں تاریخ طبری اور دیگر منابع وماخذ میں بھی اس کی کتابوں سے مواد لیا گیا ہے۔

اسی ترتیب کے مطابق ابن اسحاق کی سیرت کی شروع میں کتاب المبتدا موجود تھی جسے بعد میں ابن ہشام نے اس کی سیرت کی تہذیب کرتے ہوئے حذف کر دیا۔ اس وقت تاریخ یعقوبی اور تاریخ طبری جیسی عام تاریخوں میں مذکورہ ابواب موجود ہیں۔ عام طور پر ان ابواب میں اہل کتاب سے اخبار و روایات نقل کی گئی ہیں اور یہ ان حصوں میں سے ایک ہے جن میں کثرت سے اسرائیلیات یہودیوں اور یہودی ذرائع سے نقل کی جاتی رہی ہیں۔ ابن ندیم نے اس موضوع پر کئی کتابوں کے نام گنوائے ہیں۔[77] جیسا کہ ہم نے اشارہ کیا ہے کتاب ابان کے پہلے باب کا نام بھی کتاب المبتدا رکھا گیا ہے۔ کتاب کا عنوان ایک علیحدہ کتاب پر بھی صادق آ سکتا ہے اور ایک کتاب کے کسی ایک حصے کو بھی شامل ہو سکتا ہے جیسا کہ ایک فقہی کتاب کے ابواب میں سے ہر ایک کو کتاب کے

عنوان سے یاد کیا جاتا رہا ہے۔ ابان نے اس حصے میں حالات و واقعات کو ائمہ ھدیٰ علیہم السلام کی روایات اور دیگر مصادر کی روشنی میں مرتب کیا ہے۔ اس وجہ سے جو اس نے نقل کیا ہے اس میں ہر چیز پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ہم نے موجودہ کتاب میں کتاب المبتدا کی اخبار کو شامل نہیں کیا ہے۔ اس کی وجہ رسول خداﷺ کی سیرت پر ہماری انتہائی حساسیت تھی۔اس کے علاوہ، ہم نے محسوس کیا ہے کہ نقد و نظر اور تجزیہ و تحلیل کے بغیر کتاب المبتدا کے حوالہ جات پیش کرنا مناسب نہیں۔اسی کے ساتھ ہی ہم نے ان اخبار و روایات کی فہرست فراہم کرنے کا فیصلہ بھی کیا جنہیں ابان کے حوالے سے مختلف ذرائع میں نقل کیا گیا ہے۔[78]

یہ بات قابل ذکر ہے کہ بعد والے مآخذ میں سے دو کتابوں علل الشرائع اور راوندی کی قصص الأنبیاء نے اس کتاب کے سب سے زیادہ حوالے دیے ہیں۔چہ بسا درج ذیل حوالہ جات میں ایسی منقولہ باتیں ہوں جو انہوں نے ایک دوسرے سے لی ہوں۔ یہ بات بحارالانوار کے بارے خاص طور پر صادق آتی ہے جس نے قصص الانبیاء کے تقریبا تمام منقولہ روایات کو بیان کیا ہے۔ کتاب المبتدا کے دیگر مطالب تفسیر قمی، تفسیر عیاشی اور دیگر ماخذ میں ذکر ہوئے ہیں۔ بد قسمتی سے سیرت ابان اب ہماری دسترس میں نہیں ہے تاکہ ہم اس پر بات کر سکیں کہ انہوں نے یہ کتاب کیسے لکھی۔ جہاں تک ہم جانتے ہیں وہ یہ کہ اس نے مکتب حدیث سے متاثر ہو کر سیرت کی روایات کو اسناد کے ساتھ بیان کیا ہے، اس کا ثبوت اس کی سیرت کا باقی ماندہ حصہ ہے جو اب الگ الگ روایتوں کی شکل میں موجود ہے۔

ابان نے ایک شیعہ محدث ہونے کے ناطے ایک ایسی سیرت لکھنے کی کوشش کی ہے جس کا دارومدار ائمہ معصومین کی روایات پر ہو۔ اسی وجہ سے، ان کی زیادہ تر روایات یا تو براہ راست امام صادق علیہ السلام سے ہیں یا ان کے اصحاب کے ذریعہ امام صادق یا امام باقر علیہما السلام تک پہنچتی ہیں۔ تاہم، اپنی کتاب کو مکمل کرنے کے لئے، انہوں نے کچھ احادیث عام طریقوں سے بھی نقل کی ہیں۔ مثال کے طور پر انہوں نے مختلف مواقع پر ابان بن تغلب کے ذریعے عکرمہ سے اور اس نے عبداللہ ابن عباس سے روایتیں نقل کی ہیں۔ کچھ معاملات میں اس کی روایتیں مرسل بھی ہیں؛ یہاں تک کہ امام معصوم کا نام بھی مذکور نہیں ہے۔ احتمال ہے کہ ان مقامات پر اس نے ائمہ معصومین کے علاوہ دوسروں سے بھی روایات نقل کی ہیں۔

چونکہ طبرسی نے اعلام الوری میں اس سیرت کے بہت بڑے حصے کو ذکر کیا ہے لیکن حوالوں کی اسناد کو بیان نہیں کیا۔ اس لئے ابان کی اسناد کا تفصیلی جائزہ اس کتاب میں میسر نہیں آ سکتا۔ اس کے باوجود اسی باقی ماندہ مقدار سے اور زرارہ، ابوبصیرہ، محمد بن مسلم، ابان بن تغلب اور ان جیسے ثقات سے منقولات کو دیکھتے ہوئے اس کتاب کی مضبوطی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ سیرت پر لکھی گئی شیعہ مصنفین کی تمام کتابیں

ضائع اور ختم ہوچکی ہیں۔ اس بات کو مد نظر رکھتے ہوئے سیرت ابان کی اس حد تک تشکیلِ نو سیرت رسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں شیعہ نظریات کو پہچاننے کے راستے میں ایک قدم سمجھا جاسکتا ہے۔ مذکورہ متن، ان سطور کے راقم کی کاوش سے انتشارات دفتر تبلیغات اسلامی قم کی طرف سے شائع ہو چکا ہے۔

*****

References

1. Jafarian, Rasool, *Tarikh-e Siyasi-e Islam*, Seerat-e-Rasool-e Khuada (PBUH), (Qom, Moasasa-e-dr Rah-e Haq, 1366 SH), 37.

جعفریان ، رسول، *تاریخ سیاسی اسلام* ج 1 "سیرتِ رسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" (قم، موسسہ در راہ حق، 1366ھ،ش) ص37، بحوالہ: مقدمہ ای بر تاریخ تدوین حدیث، قم انتشارات فؤاد، 1369۔

2. Ibid, with reference to: Al-Masudi, Abu Al-Hasan, Ali bin Al-Hussain, *Maruj al-zahab wa Ma'adin Al-Jawhar*, Vol. 2 (Beirut, Dar Al-Andalus, 1st Edition, 1358 SH), 72; with reference to: Shakir Mustafa *Al-Tarikh al-Arbi wa al-Moarekhun*, Vol. 1, (Beirut, Dar-ul Ilm lilmalayeen, 1983), 124.

ایضا، بحوالہ: المسعودی، ابو الحسن، علی بن الحسین، *مروج الذہب و معادن الجوہر*، ج 2، (بیروت، دار الاندلس، الطبعۃ الاولی 1358ق)، 72؛ بہ نقل از؛ شاکر مصطفیٰ، *التاریخ العربی والمؤرخون*، ج1، (بیروت، دار العلم للملایین، 1983)، 124۔

3. Ibid, p. 38; with reference to: Fuat Sezgin, *History of the Arab Heritage*, Vol. 1, Part 2 "Historical Complition" (Qum, Aayatullah Marashi Liberary, 1371 SH.) 29-43.

ایضا، ص:38؛ بحوالہ: فواد سزگین، تاریخ التراث العربی، ج 1، جزء 2: «التدوین التاریخی»، (قم، کتابخانہ آیۃ اللہ مرعشی، 1371ش)، صص:29-43۔

4. Ibid, with Reference to: Guftar hai Peramoon Tarikh Alom Arbi wa Islami, 179.

ایضا، بحوالہ: گفتارہایی پیرامون تاریخ علوم عربی واسلامی، ص179۔

5. Ibid, 39; with Reference to: Moward Tarikh al-Tibri, Bakhash Nakhasat, 166.

ایضاً، 39؛ بحوالہ: موارد تاریخ الطبری، بخش نخست، 166۔

6. Ibid, with Reference to: Al-Mofiqiyat, 332.

ایضاً، بحوالہ: الموفقیات، 332۔

7. Ibid, with Reference to: *Tarikh al-Turas al-Arabi, al-Tadwen al-Tarikhi,* Vol.1, Juz 2, P:20.

ایضاً، بحوالہ: تاریخ التراث العربی، التدوین التاریخی، ج1، جزء2، ص20۔

8. Jawad Ali, *Tarikh al-Arab fi il Islam*, 17-19.

اس حوالے سے دیکھیں: جواد علی، تاریخ العرب فی الاسلام، 19-17۔

9. Ibid, P:39, with Reference to: *Tarikh al-Turas al-Arabi, al-Tadwen al-Tarikhi,* Vol.1, Juz2, Page:23.

ایضاً، ص39، بحوالہ: تاریخ التراث العربی، التدوین التاریخی، ج1، جزء2، ص23۔

10. Ibid, *Tabqaat al-Kubra*, Vol. 5, P.133; *Al-Baddat wa al-Nayyat*, Vol. 9; *Al-Farist*, P123 Ba Naqal az Muqadma, Makhazi Rasullah Liorwat bin Zabair.

ایضاً: طبقات الکبری، ج5، ص133؛ البدایۃ والنہایہ، ج9، ص101؛ الفہرست، ص123 بہ نقل از مقدمہ «مغازی رسول اللہ لعروۃ بن زبیر»؛ ہشام بن عروہ کا کہنا ہے کہ اس کے باپ کے پاس کافی مکتوبات تھے جنہیں انہوں نے واقعہ حرہ میں نابود کردیا۔

11. Ibid, 40, with Reference to: *Moward Tarikh al-Tibri*, Bakhash Nakhasat, 186.

ایضاً، 40، بحوالہ: موارد تاریخ الطبری، بخش نخست، 186۔

12. Ibid, with reference to: Al-Muntakhab man Zail al-Mazeel, 97.

ایضاً، بحوالہ: المنتخب من ذیل المذیل، 97۔

13. Ibid, with reference to: *Al-Ilan Baltobikh*, p. 88, Ba Naqal az *Tarikh Tarikhingari Dar Islam*, Vol. 2, p. 214; *Tarikh al-Turath al-Arabi*, Vol. 1, Joz 2, p. 79-76.

ایضا، بحوالہ: الاعلان بالتوبیخ، ص88، بہ نقل از تاریخ تاریخنگاری در اسلام، ج2، ص214؛ تاریخ التراث العربی، ج1، جزء 2، ص79-76۔

14. Ibid, with Reference to: Daira al-Mahrif il Islamiat, Vol.4, 486.

ایضاً، بحوالہ: دائرۃ المعارف الاسلامیۃ، ج4، 486۔

15. Ibid, with Reference to:: (Damascus, Dar al-Fikr al-Muddeen, 1401AH), No paeg.

ایضاً، بحوالہ: (دمشق، دار الفکر المعاصر، 1401)۔ صفحہ ندارد۔

16. Ibid, with Reference: *Tarikh Baghdad*, Vol.1, P: 219; *Shazrat al-Zahab*, Vol.1, P: 227; *Tehzeeb al-Kamal*, Vol.29, P: 118.

ایضا، بحوالہ: *تاریخ بغداد*، ج1، ص219؛ *شذرات الذہب*، ج1، ص227؛ البتہ موسی بن عقبہ سیرہ منظمی داشت و مالک بن انس آن را صحیح تراز دیگران بہ ویژہ ابن اسحاق می دانست۔ نک: *تہذیب الکمال*، ج29، ص118۔

17. Ibid, 41.
18. Ibid, 41, with Reference to: *Al-Tarikh al-Arbi wa al-Moarekhun*, Vol. 1, P: 119-122.

ایضا، ص41، بحوالہ: *التاریخ العربی والمورخون*، ج1، ص119-122۔

19. Ibid, 42 with Reference to: *Al-Baddat wa al-Nayyat*, Vol. 9, 66.

ایضاً، 42، بحوالہ: *البدایۃ والنہایۃ*، ج9، 66۔

20. Ibid, with Refecne to: *Rawait al-Shameen Lil-Maghazi wa al-Seer fi al-Qurnain Il-Awal wa al-Sani al-Bahrian*, 52-54.

ایضاً، بحوالہ: *روایۃ الشامیین للمغازی والسیر فی القرنین الاول والثانی الہجریین*، 52-54۔

21. Ibid, with Refecne to: *Tazkra al-Hafiz*, Vol.1, 173.

ایضا، بحوالہ: *تذکرۃ الحفاظ*، ج1، ص173۔

22. Ibid, with Reference to: *Tehzeb al-Tehzeb*, Vol.9 307; *Tarikh al-Turas al-Arabi, al-Tadwen al-Tarikhi*,, Vol.1, Juz2, 71.

ایضا، ص: 43، بحوالہ: *تہذیب التہذیب*، ج9، ص307؛ *تاریخ التراث العربی، التدوین التاریخی*، ج1، جزء2، 71۔

23. Ibid, with Reference to: Tazkra al-Hafiz, Vol.1, 145.

ایضاً، بحوالہ: تذکرۃ الحفاظ، ج1، 145۔

24. Ibid, with Reference to: *Tarikh al-Turas al-Arabi, al-Tadwen al-Tarikhi*, 73; *al-Maghzi Illwali wa Molafoha*, 48.

ایضا، بحوالہ: *تاریخ التراث العربی، التدوین التاریخی*، 73؛ *المغازی الاولی ومؤلفوہا*، 48۔

25. Ibid, with Reference to: *Tarikh al-Turas al-Arabi, al-Tadwen al-Tarikhi*, 184-186.

ایضاً، بحوالہ: *تاریخ التراث العربی، التدوین التاریخی*، 184-186۔

26. Ibid, with Reference to: *Tazkra al-Hafiz*, Vol.1 148.

ایضاً، بحوالہ: *تذکرۃ الحفاظ*، ج1، 148۔

27. Ibid, with Reference to: *Al-Jarh wa al-Tahdeel*, Vol. 1, 22; *Al-Tazkarah al-Hafiz*, Vol. 1, 148; *al-Maghzi Illwali wa Molafoha*, 71.

ایضا، بحوالہ: *الجرح والتعدیل*، ج1، 22؛ *تذکرۃ الحفاظ*، ج1، 148؛ *المغازی الاولی ومؤلفوہا*، 71۔

28. Ibid, 88-89.

ایضا، 89-88۔

29. Ibid, 44; with Reference to: *Tehzeb al-Kamal*, Vol. 29, 115-116.

ایضاً، : 44؛ بحوالہ: *تہذیب الکمال*، ج29، 115-116۔

30. Ibid, 118.

ایضاً، 118۔

31. Ibid, 120.

ایضاً، 120۔

32. Ibid, 45; with Reference to: *Tehzeb al-Kmala*, Vol. 29, 119.

ایضاً، : 45؛ بحوالہ: *تہذیب الکمال*، ج29، 119۔

33. Ibid, with Reference to: *Mujam al-Buldan*, Vol. 4, 1008 (Chaap Urpa).

ایضاً، بحوالہ: *معجم البلدان*، ج4، 1008 (چاپ اروپا)۔

34. Ibid, with Refecne: *Tarikh al-Turas al-Arabi, al-Tadwin al-Tarkhi*, 85.

ایضاً، بحوالہ: *تاریخ التراث العربی، التدوین التاریخی*، 85۔

35 ۔ابن اسحاق کے بارے میں فراوان تحقیقات لکھی اور شائع کی جاچکی ہیں۔ اسی عنوان کے تحت اُس کے بارے میں ایک مکمل رسالہ لکھا جاچکا ہے۔ دیکھیں:

J- Fflck, Muhammad ibn Isfidq, Frankfurt; 1932-

36۔ تحقیق دیگر از Horowitz بود کہ با عنوان المغازی الاولی و مؤلفوہا توسط حسین نصار بہ عربی چاپ شد (قاہرہ، 1946)۔ محقق دیگری متن اصلی سیرہ ابن اسحاق را بدون اضافات ابن ہشام و ہمراہ با آنچہ از ابن اسحاق در مصادر دیگر آمدہ و در سیرہ ابن ہشام حذف شدہ بودہ چاپ کرد۔ مشخصات آن از این قرار است:

A -Guillaume ,The Life of Muhammad ,OUP-1955

37. Ibid; See: *Al-Bahos wa Al-Mahzerat*, 1385, *Maqala wa Rasta fi Serat al-Nabi*, 117.

ایضاً؛ دیکھیں: *البحوث والمحاضرات*، 1385، *مقالہ ودراسۃ فی سیرۃ النبی*، ص117۔

38. Ibid; 46; Reference to: *Maruj al-Zhahab*, Vol. 4, 116 (Vol. 5, 211): "

ایضاً، : 46؛ بحوالہ: *مروج الذہب*، ج4، 116 (ج5، 211): **"اول من جمع كتب المغازی والسیر وأخبار المبتدأ، ولم تكن قبل ذلك مجموعة ولا معروفة ولا مصنفة"۔**

39. Ibid; with reference to: *Tarikh Baghdad*, Vol. 1, 211.

ایضاً؛ بحوالہ: *تاریخ بغداد*، ج1، 211۔

40. Ibid, with reference to: *Al-Badah wa al-Tarikh*, Vol. 1, 149.

ایضاً، بحوالہ: *البدء والتاریخ*، ج1، 149۔

41. Ibid, 47; reference to: Yaqoot wa Ibn Nadeem ba Sakhti bon Basyari az ashaar majood dar Sera Tasreh krdand. Mohajam al-Adba, Vol. 6, 400; *Al-Farst*, 92; *Tabqaat al-Shurah, 4 (Lian) ba naqal az: al-Bahos wa al-Mahzrat*, 127-128.

ایضا، ص 47؛ بحوالہ: یاقوت وابن ندیم بہ ساختگی بودن بسیاری از اشعار موجود در سیرہ تصریح کردہ اند۔ نک: معجم الادباء، ج 6، 400؛ الفہرست، ص 92؛ طبقات الشعراء، 4 (لیدن) بہ نقل از: البحوث والمحاضرات 127- 128۔

42. Ibid; reference to: Moward Tarikh al-Tibri, Bakhash Nakhasat, 147.

ایضاً؛ بحوالہ: موارد تاریخ الطبری، بخش نخست، ص 147 از:

Noldecke -Sehwally -Vol ,2 -P- 188-

43. *Al-Kamil fi-Zahafa Al-Rijal*, vol. 6, p. 106.

ابن اسحاق کہتا تھا: **انا بیطارعلم مالك۔[الکامل فی ضعفاء الرجال، ج 6، ص 106]** مالک بھی کہتا تھا: **ابن اسحاق دجال من الدجاجلة۔** ہشام کے ساتھ اُس کے اختلاف کی وجہ یہ تھی کہ اُس نے ہشام کی بیوی سے ایک روایت نقل کی تھی جس کی وجہ سے ہشام اُس پر سخت برملا تھا کہ بھلا وہ اُس کی بیوی سے ملا کہاں اور کیسے ہے کہ اُس سے روایت بھی نقل کی ہے۔

44. Ibid; with Reference to: *Tarikh Yahya bin Ma'in*, Vol. 1, 247; With reference to: *Al-Kamil Fi-Zaahfa -al-Rijal*, Vol. 6, 106.

ایضاً؛ بحوالہ: تاریخ یحییٰ بن مَعین، ج 1، 247۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ قَدر کے عقیدہ کا پابند ہونے کی وجہ سے حاکم نے اُس پر حد جاری کی۔ بحوالہ: الکامل فی ضعفاء الرجال، ج 6، ص 106۔

45. See: *Ayyun al-Athar*, Vol. 1, 67-54.

دیکھیں: *عیون الاثر*، ج 1، 67- 54۔

46. Ibid; With reference to: *Al-Tazkrat al-Hafiz*, Vol. 1, 173; *Tarikh Yahya bin Mu'in*, Vol. 1, 60, 225.

ایضاً؛ بحوالہ: *تذکرۃ الحفاظ*، ج 1، 173؛ *تاریخ یحییٰ بن معین*، ج 1، 60، 225۔

47. Ibid, :48; with reference to: *Al-Muntkhab man Zhul-ul-Muzheel*, 654.

ایضاً، :48؛ بحوالہ: *المنتخب من ذیل المذیل*، 654۔

48. See: *Al-Kamil fi-Zoafa Al-Rijal*, vol. 6, p. 103.

دیکھیں: *الکامل فی ضعفاء الرجال*، ج 6، ص 103۔ دلیل تضعیف مورخان از سوی اہل حدیث ہمین است کہ آنہا پایبند بہ اصول آنہا در نقل روایات نیستند و روش خاص خود را دارند۔ طبعا بہ دلیل آن کہ کار تاریخی می کنند، نمی توانند چندان در چہارچوبہ اسناد صحیح باقی بمانند۔

49. *Al-Farsat*, 102.

الفہرست، 102۔

50. *Al-Kamil Fi-Zaahfa -al-Rijal*, Vol. 6, 105..

الکامل فی ضعفاء الرجال، ج6، 105۔

51. Ibid, 106.

ایضاً، 106۔

52. *Tarikh al-Adab al-Arabi*, Vol. 3, 11.

تاریخ الادب العربی، ج3، 11۔

53. *Tarikh al-Turas al-Arabi, al-Tadwin al-Tarkhi*, 92.

تاریخ التراث العربی، التدوین التاریخی، 92۔

54. Ibid, 49; with reference to: *Bahas fi Nishata Ilam al-Tarikh Ind al-Arib*, 33-32 (Englishi Matn).

ایضاً، :49 ؛بحوالہ: بحث فی نشاۃ علم التاریخ عند العرب، 33- 32 (متن انگلیسی)۔

55. Ibid; with reference to: *Dahira al-Mahrif il-Islamiat*, Vol. 4, 486.

ایضاً؛ بحوالہ: دائرۃ المعارف الاسلامیۃ، ج4، 486۔

56. Ibid, with reference to: *Al-Tazkrat al-Hafiz*, Vol. 1, 173; *Al-Jarh wa Al-Mudham*, Vol. 1, 20-19.

ایضاً، بحوالہ: تذکرۃ الحفاظ، ج1، 173؛ الجرح والتعدیل، ج1، 20- 19۔

57. Ibid; with reference to: *Al-Jarh wa Al-Al-Mudham*, Vol. 1, 19; *Tarikh Baghdad*, Vol. 1, 223.

ایضاً؛ بحوالہ: الجرح والتعدیل، ج1، 19؛ تاریخ بغداد، ج1، 223۔

58. *Matmam Tabqaat al-Kubrah*, 402.

متمم طبقات الکبری، 402۔

59. Ibid; with reference to: *Al-Maghazi al-Awali wa Molafoha*, 81; *Muqadma Kitab Al-Seer wa Al-Maghazi az kaar*, 13-14.

ایضاً؛ بحوالہ: المغازی الاولی ومؤلفوہا، 81؛ مقدمہ کتاب السیر والمغازی از زکار، 14- 13۔

60. *Al-Mabhoas wa al-Mohazrat*, 130.

یونس بن بکیر کے نسخہ میں جو اشعار ہیں وہ ابن ہشام کے متن میں نہیں آئے۔ دیکھیں: البحوث والمحاضرات، 130۔

61. *Bizam Avard*, 97; See: Research Journal *"Ainah -e-Pazuhesh*, year 2, Issue. 5, *"Ibn Hisham wa Seerah"*,p. 9-30.

بزم آورد، ص 97 ونک: مجلّہ آینہ پژوہش، سال 2، ش 5، مقالہ: ابن ہشام و سیرہ او، ص 30- 9۔

بعض ایسی عبارات بھی موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض اوقات جب کوئی مطلب امام علی علیہ السلام کے حق میں تھا تو ابن ہشام نے اس میں اضافہ کیا ہے؛ مثال کے طور پر یہ خبر کہ امام علی علیہ السلام کی قلعہ بنی قریظہ کی تسخیر پر نہیب موجب بنی کہ وہ فوراً اپنے آپ کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے سامنے تسلیم کر دیں۔ دیکھیں: السیرۃ النبویہ، ج3، ص240۔

ابن ہشام کی حذف میں عبارت یوں ہے: --- **مما ليس لرسول الله فيه ذكر، و ما نزل فيه من القرآن بشيء و ليس سببا لشيء من هذا الكتاب و لا تفسيرا له و لاشاهدا عليه لما ذكرت من الاختصار و اشعارا لم أر احدا من اهل العلم بالشعر يعرفها و اشياء بعضها نشنع الحديث به و بعض يسوء بعض الناس ذكره و بعض لم يقرلنا البكائی بروايته۔**

ابن ہشام کے حذف کردہ مقامات میں سے بعض ایسی روایات ہیں جو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے قبل سے مربوط ہیں۔ اسی طرح بدر میں عباس بن عبد المطلب کے کردار کو حذف کیا گیا ہے۔ اسی طرح امام علی علیہ السلام اسلام لانے کی دعوت جو کہ یونس کے نسخہ میں ہے، سیرہ ابن ہشام میں بیان نہیں ہوئی۔ نیز ابو بکر کے اسلام لانے کی کیفیت کے بارے میں بھی ایک روایت حذف کی گئی ہے۔

62. Ibid; with Reference to: *Tashi Bolus Brunela*, Afst dr Beirut, Dar al-Kitab al-Alimah.

ایضاً؛ بحوالہ: تصحیح بولس برونلہ، افست در بیروت، دار الکتب العلمیۃ۔

63. Ibid, with reference to: *Tarikh Baghdad*, Vol. 1 221.

ایضاً؛ بحوالہ: تاریخ بغداد، ج1، 221۔

64. Ibid, Bahwalla: *Bazm Award*, 102-107.

ایضاً؛ بحوالہ: بزم آورد، 102-107، مؤلف نے یونس بن بکیر کی ابن اسحاق سے روایت کی جانچ پڑتال کی ہے جو قابل توجہ ہے۔ نیز دیکھیں: مقدمہ دکتر مہدوی بر سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ وی راویان مختلف ابن اسحاق را شناسانده است۔ کتاب سیرہ ابن اسحاق در قم نیز بہ، صورت افست چاپ شدہ است۔

65. Ibid; with Reference to: Daira al-Mahrif il Islamiat, Vol.4, 486

ایضاً؛ بحوالہ: دائرۃ المعارف الاسلامیۃ، ج4، 487۔

66. Ibid: 51, with Referenece to: (Tehran, Sharkat Intashrat ilmi wa Frangi, 1368 SH).

ایضاً :51؛ بحوالہ: (تہران، شرکت انتشارات علمی وفرہنگی، 1368)۔

67. (Tehran, Naser Markaz, 1373 SH).

(تہران، نشر مرکز، 1373)۔

68. Ibid; with reference to: *Tarikh al-Turas al-Arabi, al-Tadwin al-Tarkhi*, 90; *Darbara Ibne Isaaq Nk: Tabqat al-Kubrah*, Vol.7, 321-322; *Al-Maghazi al-Awali wa Molafoha*, 84; Bazam Awar, 81-107.

ایضا؛ بحوالہ: تاریخ التراث العربی، التدوین التاریخی، 90؛ درباره ابن اسحاق نک: طبقات الکبری، ج 7، 321 -322؛ المغازی الاولی ومؤلفوہا، 84؛ بزم آورد، 81 -107۔

69 ۔ شخصی با نام Abbott-N بخشی از تاریخ الخلفاء ابن اسحاق را بہ چاپ رساند۔ مشخصات آن ازاین قرار است:

N- Abbott, Studies in Arabic Literary Papyrii- I- Historical texts, Chicago U- P; 1957, pp.80-100.

70. See: *Tabqaat Fahol al-Sherah*,2 842.

دیکھیں: طبقات فحول الشعراء، 2: 482۔

71. Ibid, with Reference to: *Tarikh al-Turas al-Arabi, al-Tadwin al-Tarkhi*, 70.

ایضاً؛ بحوالہ: تاریخ التراث العربی، التدوین التاریخی، 70۔

72. Ibid, 83; with Reference to: *Al-Farsat*: 18-19.

ایضاً: 53؛ بحوالہ: الفہرست: 18،19۔

73.Ibid, 84; with Reference to to: *Rijal al-Najashi*, 13.

ایضاً، 54؛ بحوالہ: رجال النجاشی: 13۔

74. Ibid, with Reference to: *Mujam al-Adbah*, Vol. 1: 108-109.

ایضاً؛ بحوالہ: معجم الأدباء ج 1: 108،109۔

75. Ibid, with Reference to: *Tarikh al-Turas al-Arabi, al-Tadwin al-Tarkhi*, 70.

ایضاً؛ بحوالہ: تاریخ التراث العربی، التدوین التاریخی، 70۔

76. Ibid, with Reference to: *Bahas fi Nishata Ilam al-Tarikh Ind al-Arib*, 20-21.

ایضاً؛ بحوالہ: بحث فی نشأة علم التاریخ عند العرب، 20،21۔

77. Ibid, 57, with Reference to: *Al-Farsat*, 92,106, 122.

ایضاً: 57؛ بحوالہ: الفہرست 92،106،122۔

78. Farsat An Mowarad aur Maqadma Kitab Mahghazi Aban Awar Doam.

فہرست این موارد در ادر مقدمہ کتاب مغازی ابان آوردہ ایم۔